چہ گویم باتو گر آئی چہا ور قادیان بینی | رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۸۸ | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

جلد ۸ | مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۰۹ء | نمبر ۲۶

سارے جہان سے اچھا دار الامان ہمارا | اڈیٹر و مینجر محمد صادق عفی اللہ عنہ | دار الامان ہمارا جنت نشان ہمارا

رپورٹ دورہ اڈیٹر

(نمبر)

(سلسلہ کیواسطے دیکھو اخبار بدر نمبر ۲۴ و ۲۵ - ۱۵ - ۸ اپریل ۱۹۰۹ء)

ایک عجیب خواب موضع مذکا بیان پہلے ہو چکا ہے اسجگہ برادر محمد یعقوب صاحب نے اپنا ایک ان دنوں کا خواب سنایا جب کہ وہ سلسلہ حقہ احمدیہ کے سخت مخالف تھے وہ فرماتے تھے ہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دو درخت لگائے ہیں ایک کا نام میں نے مولوی محمد حسین رکھا اور دوسرے کا نام میں نے مرزا غلام احمد رکھا۔ جس کا نام مولوی محمد حسین رکھا تھا وہ تو خشک ہو گیا اور جس کا نام مرزا غلام احمد رکھا تھا وہ بڑا ہوا اور سر سبز ہوا۔

دشمن ذریعہ ہدایت ہوا جیسا کہ برادر محمد یعقوب صاحب کے احمدی ہونے کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے ایسے بہت سے واقعات ہوتے رہے ہیں کہ دشمن بدگو لوگوں کیواسطے راہنمائی کا موجب ہوتے ایسا ہی ایک واقعہ لودیانہ ہوا تھا جبکہ دعوے کے ابتدائی سالوں میں حضرت مسیح موعود وہاں تشریف رکھتے تھے۔ تو ایک مولوی نے سر بازار نہائت جوش کے ساتھ اندھا ہو کر کہا کہ جو کوئی مرزے کو قتل کرے گا وہ فوراً داخل بہشت ہوگا اور ستر حوروں کا مالک بنے گا۔ ایک جاٹ بھی کھڑا سنتا تھا۔ مولویصاحب کا فرمانا بہر حال درست جان کر اس کے دل میں جوش اٹھا۔ کہ چلو بہشت تو قریب ہے۔ آخر ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے اگر ایسی آسانی سے بہشت مل جاوے تو ایک شخص کا مارنا کیا مشکل ہے۔ فوراً اپنی لمبی لاٹھی اٹھائے پوچھتا ہوا حضرت کے مکان پر آ پہنچا۔ اتفاق سے اسوقت حضرت اقدس اتھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ مردانہ مکان میں بیٹھے ہوئے کچھ تقریر فرما رہے تھے۔ دروازے کھلے تھے ہر ایک شخص بلا روک اندر آسکتا تھا یہ بھی جا داخل ہوا اور لاٹھی کندھوں پر رکھے ہوئے جا کر کھڑا ہو گیا کہ وار کرے۔ حضرت کی تقریر کے الفاظ جو اس کے کان میں پڑے تو ان کو سننے کیواسطے ذرا کھڑا ہو گیا چند منٹوں تک اس کے کندھے سے لاٹھی ڈھیلی ہو گئی پھر بیٹھ گیا اور تقریر سنتا رہا جب تقریر ختم ہو گئی تو اس ملّاں کو جو بازار میں وعظ کرتا تھا سخت گالی دے کر کہنے لگا کہ وہ کیا بکتا تھا یہاں تو سراسر نورانی کلام ہے آگے بڑھ کر بیعت میں داخل ہوا اور چلا گیا۔

پٹی پٹی ضلع لاہور میں ہے مگر چونکہ امرتسر سے پٹی کو ریل جاتی ہے اور راستہ بھی ہے اس واسطے میں ایک روز کے واسطے پٹی چلا گیا۔ وہاں کے دوست مرزا غلام حیدر بیگ صاحب جو بڑے نیک آدمی تھے اور سلسلہ کے پُر جوش خادم تھے۔ فوت ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے احباب کو درخواست ہے کہ ان کے واسطے نماز جنازہ پڑھیں۔ میں مرزا صاحب کے فرزندان مرزا جلال الدین و مرزا جمال الدین صاحبان سے ملا اور ان کے مکان پر ٹھہرا۔ اس جگہ ایک دوست مستری غلام محمد ہیں۔ جو بٹالہ کے بھائی پائندہ کے فرزند ہیں۔ ریل کے اسٹیشن پر بابو محمد طالب صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر اور عزیزہ بابو محمد شریف صاحب برادر زادہ منشی عبد العزیز صاحب پٹواری سیکھوان سے ملاقات ہوئی۔ سب صاحبان بہت محبت اور اخلاص سے پیش آتے اور اکثر ریل کے چلنے تک ساتھ رہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب کو جزائے خیر دے۔ مرزا محمد جمیل بیگ صاحب بھی اسی جگہ قیام پذیر ہیں۔ مگر بسبب مصروفیت معاملات زمینداری وہ باہر تھے ان کی ملاقات نہ ہو سکنے کا افسوس رہا۔ اس جگہ مرزا افضل بیگ صاحب مرحوم کے بڑے بھائی مرزا امیر بیگ صاحب سابق تھانہ دار رہتے ہیں انہوں نے میرے آنے کی خبر سن کر چند ایک سوالات لکھ کر بھیجے جو جواب ان کو لکھے گئے وہ فائدہ عام کے واسطے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ جوابات کے اندر سوالات بھی اختصاراً بیان کئے گئے ہیں اس واسطے ان کے الگ لکھنے کی ضرورت نہیں مرزا صاحب کو بہت کہلا بھیجا گیا کہ وہ خود تشریف لا دیں اور زبانی ان باتوں کو سمجھ لیویں۔ مگر وہ نہ آئے بلکہ جتنی دیر میں وہاں رہا۔ مسجد میں آنا بھی چھوڑ دیا

جواب خط مرزا امیر بیگ صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اعتراض علمی مہربان من مرزا صاحب۔ بعد السلام علیکم کے عرض ہے۔ اول آپ کا قلمی مسودہ اعتراضات جسمیں آپنے حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور بعض برادران احمدیہ

(بدر پریس قادیان میں میاں معراج الدین عمر پروپرائیٹر و پبلشر پرنٹر کے حکم سے باہتمام قاضی محمد ظہور الدین اکمل اسسٹنٹ چھپکر شائع ہوا۔)

کاتب محمد حسین عفی اللہ عنہ

کی کتابوں میں سے چند حوالجات کی سند دریافت کی ہے اور نیز چند اعتراض فروعی رنگ کے کئے ہیں بدست قاضی محمد علی اور اس کے بعد آپکا خط ملا جسمیں آپنے صرف انجیل کے حوالہ دکھانے پر زور دیا ہے جو انجیل آپنے ارسال فرمائی وہ مکمل نہ تھی اور قاضی محمد علی اس کو واپس لے گیا تھا کہ مکمل انجیل بدل کر لاوے مگر تا حال وہ واپس نہیں آیا افسوس ہے کہ میری کتابیں اس وقت میرے ساتھ نہیں کہ میں خود ہی حوالہ نکال کر آپ کو بھیجدیتا اور اب میں واپس جانیوالا ہوں اس واسطے آپکے سوالات اور خط کا جواب مجملاً عرض کرتا ہوں آپ اس پر غور فرماویں اور اگر کوئی امر اس کے بعد بھی جواب طلب ہو تو آپ مجھ قادیان کے پتہ پر خط لکھ سکتے ہیں۔ مجھے انشاء اللہ جواب دینے میں عذر نہ ہوگا اگرچہ میں آجکل دورہ پر ہوں تاہم قادیان میں میرا پتہ خط و کتابت کا ہمیشہ محفوظ رہتا ہے اور وہاں سے مجھے ڈاک ہو نخیتی رہتی ہے۔

خود آتے

میں نے تو عرض کی تھی کہ آپ خود ہی تشریف لاتے بلکہ چند اور فہیم آدمیوں کو بھی ساتھ لاتے جو حق کی تلاش میں ہوں اور میں ان تمام سوالات کے جواب میں ایک تقریر کر دیتا۔ یہ آسان امر تھا۔ تھوڑی دیر میں سب باتوں کا جواب زبانی عرض ہو سکتا تھا۔ لکھنے میں اب تکلیف تک میں لکھتا جاؤں۔ مگر آپنے اس کو پسند نفرمایا۔ میرا منشاء مباحثہ سے نہ تھا بلکہ صرف یہ کہ آپ میری باتیں سن لیتے پھر اپنی جگہ اُنپر غور کر لیتے مگر آپ ایسا نہ کر سکے خیر آپ کی مرضی۔ میں مجبور نہیں کر سکتا۔

اور جو آپنے مجھے فرمایا ہے کہ میں اس مکان پر قیام نہ کروں اور آپکے پاس ٹھہروں۔ اس کیواسطے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن جن امور کی طرف اشارہ کر کے آپ مجھے مرزا غلام حیدر بیگ صاحب کے مکان پر ٹھہرنے سے منع کرتے ہیں ان سے کچھ زیادہ یہاں کے بعض لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپکے اندوختہ زمانہ ملازمت کے سکرات کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے ہیں مرزا غلام حیدر بیگ صاحب تو فوت ہو گئے وہ بہت ہی نیک آدمی تھے اون کی اولاد کو بھی میں نے بانماز اور باغیرت متقی دین پایا ہے لیکن اگر ان میں ایسی کمزوریاں بھی ہوں جنکی طرف آپنے اشارہ فرمایا ہے۔ تب بھی میں آپ کی نسبت ان کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ

بڑا گناہ کونسا ہی

غداری اور بغاوت

کے اس بڑے گناہ سے بچے ہوئے ہیں جو فسق و فجور کی نسبت بہت زیادہ خدا کو ناراض کرنے والا ہے انھوں نے خدا کو مامور کو مان لیا ہے اور حتے الوسع اوس کے احکام کی پیروی کرتے ہیں آپ اس بات پر غور فرماویں اسکی مثال خود ظاہری دنیا میں موجود ہے۔ آج اگر کوئی شخص زنا۔ شراب اور چوری میں مبتلا ہوتا ہے تو گورنمنٹ اس کو سزا دیتی ہے مگر اس کی سزا ایسی سخت نہیں جیسی اس شخص کی ہے جو کسی حاکم وقت کی حکومت کا انکار کرتا ہے۔ ایک شخص کیسا ہی نیک چلن ہو شریف اور بھلا مانس مشہور ہو۔ سرکاری دربار میں اسکی عزت ہو کبھی اُسپر کوئی جُرم نہ لگا ہو لیکن اگر حکومت کے برخلاف ایک کلمہ بازار میں کھڑا ہو کر کہہ دیوے تو صرف اُس کلمہ کے سبب فوراً کالے پانی بھیجدیا جاتا ہے جیسا کہ بعض بنگالیوں کا حال آپکے اخبار میں پڑھا ہوگا۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو خدا کے مامور کا انکار کرتے ہیں۔ خدا اُن پر سخت ناراض ہے کیونکہ انہوں نے خدا کے فرستادہ کا انکار کیا ہے وہ جہنم میں گرائے جائینگے جو کالے پانی سے بدتر ہوگا کیونکہ وہ صرف کالا پانی نہیں بلکہ سخت گرم بھی ہوگا جس سے بدن جھلس جائینگے اس سے ڈرنا چاہیئے۔ غرض اس سلسلہ کے مخالف جس گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں وہ بہت ہی سخت گناہ ہے۔

سوالات فروعی ہیں

اب پیشتر اس کے کہ میں آپ کے سوالات کا جواب لکھوں۔ یہ ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپکے تمام سوالات فروعی ہیں اور اصولی رنگ میں آپنے کوئی امر پیش نہیں کیا انسان کو چاہیئے کہ اول اصول کو دیکھے اگر ان کے متعلق تشفی ہو جاوے تو فروعات کا اختلاف چنداں قابل توجہ نہیں ہوتا اس قسم کے اعتراض کہ فلاں حوالہ جو مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اصل کتاب میں نہیں ملتا یہ ادنےٰ باتیں ہیں اور ایسے اعتراض کے سبب یہود و نصاریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت ٹھوکر کھائی ہے اور اب تک گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ جیسے کہ لفظ احمد والی پیشگوئی اور انجیل کی بعض کتابیں جن کا حوالہ اب توریت میں نہیں ملتا اور وہی بات جو کفار کیواسطے ٹھوکر کا موجب ہوئی ہے اسی کو آپ پکڑ بیٹھے ہیں۔ یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ راہ بہت خوفناک ہے اور اس میں سخت ہلاکت کا اندیشہ ہے ایسا ہی یہ اعتراض کہ مرزا صاحب نے ایک جگہ کچھ لکھا ہے اور دوسری جگہ کچھ لکھا ہے یہ بھی اپنی ہی سمجھ کی کمی ہے اور ایسے اعتراضات عیسائیوں نے بہت سے قرآن شریف پر اپنی نادانی سے جمع کر دئے ہیں۔

اصولی باتیں

اگر آپ تلاش حق میں ہیں تو آپ سب سے اول حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کو دیکھیں کہ آیا وہ پاکیزہ اور مطابق شریعت ہے یا نہیں پھر ان کے دینی خدمات کو دیکھیں کہ ہر ایک مذہب کا ابطال ایسے رنگ میں کرنے کی انہیں توفیق عطا ہوئی ہے جو آجتک کسی دوسرے مولوی صوفی کو نہیں ہوئی پھر جن لوگوں نے ان کے ساتھ تعلق پیدا کیا اور اس تعلق میں پورے اُترے ان کی حالت تقوی کو دیکھیں۔ پھر خدا تعالی نے ان پر جو کثیر التعداد الہامات نازل کئے ان کا پورا ہونا دیکھیں۔ پھر اس نصرت کو دیکھیں جو خدا نے ان کے شامل حال کی کہ دعوے کے وقت وہ اکیلا تھا اور خدائی وعدے کے مطابق وصال کے وقت چار لاکھ غلام اس کے موجود تھے۔ پھر خدا کی تائید اس بات میں دیکھیں کہ اس کی وفات پر یہ سلسلہ اسی طرح قائم ہے اور دن بدن ترقی کر رہا ہے پھر ان معارف اور حقائق کو دیکھیں۔ جو خدا تعالی کی کتاب کے انہوں نے بیان کئے اور باوجود چیلنج دینے کے کوئی مولوی صوفی اس قسم کے معارف نہ لکھ سکا اس قسم کی شاندار باتوں کے بعد اگر کوئی بات کسی کی سمجھ میں نہ بھی آوے تو یہ تقوی کے برخلاف ہوگا کہ وہ انکار کرے بلکہ صبر سے کام لینا چاہیئے اور انکار میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے اللہ تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ اہل کتاب اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

نبی کی شناخت

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ یہ آیت بہت ہی قابل غور ہے۔ اس میں خدا تعالی نے فرمایا ہے۔ کہ انبیاء کی شناخت قرائن سے ہوتی ہے۔ بہت باریکیاں نکالنا جائز نہیں ہے۔ انبیاء کے متعلق جو نشانات اور دلائل صداقت کے ہوتے ہیں ان میں کسیقدر اخفاء اور غیب بھی رہ جاتا ہے کیونکہ بالکل غیب جس بات میں نہ ہو اس میں ثواب نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جس قدر نشانات پہلی کتابوں میں تھے۔ وہ سب پورے ہو گئے۔ لیکن بعض باتیں ان میں ہی یہودیوں کے واسطے ٹھوکر کا موجب ہوئیں۔ مثلاً توریت میں پیشگوئی تھی کہ وہ تم میں سے تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا اس کے معنے ظاہر ہیں کہ یہود نبی اسرائیل تھے اور وہ نبی بنی اسمٰعیل میں سے ہونیوالا تھا جو حضرت ابراہیم کی اولاد تھے اور بھائی تھے۔ مگر یہود نے یہی سمجھا تھا کہ آنے والا نبی یہودیوں میں سے ہوگا اس واسطے باوجود تمام نشانات کے انہوں نے ٹھوکر کھائی ایسا ہی اس زمانہ میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کے متعلق جس قدر نشانات مثلاً کسوف خسوف۔ ستاروں کا گرنا

اونٹ کا بے کار ہونا - ریل کا جاری ہونا - دریاؤں کا نہروں میں تقسیم ہونا - صدی کا سرا ہونا - طاعون کا پڑنا - زلازل کا ہونا وغیرہ وغیرہ پہلے سے کہے گئے تھے وہ سب پورے ہو گئے ہیں لیکن بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کو لوگ نہ سمجھ سکے اور غلطی کھائی مثلاً بعض بزرگوں کا خیال تھا کہ وہ آلِ رسول میں سے ہوگا چونکہ ان کے نزدیک حضرت مرزا صاحب بظاہر قوم سیدہ میں سے نہ تھے اس واسطے ماننے کے قابل ان کے نزدیک نہ ٹھہرے اگرچہ باقی سب نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔

مرزا صاحب آل رسول تھے

حالانکہ آپ کا آل رسول ہونا بھی حسب رشتے کیونکہ اگر اس کو ظاہری معنے میں لیا جاوے تو قوم سید ایک بزرگ عورت کی اولاد کا نام ہے جو حضرت کی بیٹی فاطمہ نام تھی رضی اللہ عنہا۔ ایسا ہی حضرت مرزا صاحب کی ایک جدہ سیدزادی تھیں۔ جب کہ پہلے ہی عورت کے ذریعہ سے سیدن کی قوم چلی ہے۔ تو بعد میں ایک سیدزادی کی اولاد کیوں سید نہیں کہلا سکتی۔ یہ تو ظاہری بات ہے۔ لیکن باطنی طور پر دراصل آلِ رسول وہ اولیاء اللہ اور علماء اور دین اسلام کے خدام اور مومن صادق ہیں جو کہ اسلام میں ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور ان میں بطریق اولیٰ حضرت مرزا صاحب ہیں۔ غرض ظاہری اور باطنی ہر دو معنے میں حضرت مرزا صاحب آل رسول ہیں۔ لیکن پھر بھی اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور ان کے واسطے ٹھوکر کا موجب ہوا حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ جب اور بہت سے نشانات پورے ہو گئے تھے اگر یہ ایک بھی ہوتا تب بھی مان لینا چاہیئے تھا اور ایسی چھوٹی باتوں پر اڑنا مناسب نہ تھا۔ کیونکہ یہ کوئی قرآن و حدیث کی بات نہ تھی اسی پر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اس نبی کو پہچاننا قرائن کے ساتھ ہے جیسا کہ تم اپنے بیٹوں کو قرائن سے پہچانتے ہو۔ کہ اس کی شکل ہمارے ساتھ ملتی ہے اور ہماری بیوی نیک ہے اور اس پر بدگمانی نہیں ہو سکتی۔ وگرنہ اگر انسان باریک طور پر اعتراض کرے اور جرح کے سوالات کرنے بیٹھے اور بدگمانی پر آجاوے تو اپنی اولاد کے متعلق بھی بہت سے شبہات پیدا ہو جاویں گے پس جس طرح تم اپنے بیٹوں کو قرائن کے ساتھ اپنا بیٹا یقین کر لیتے ہو۔ اور بدظنی کی طرف نہیں جھکتے ایسا ہی انبیاء کے معاملہ میں بھی غور کرو اور بدظنی کی طرف نہ جاؤ۔

دعوی نبوت

یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب نے خود ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ مجھے دعوے نبی ہونے کا نہیں تو پھر اب اس پر جھگڑا کیا ہے آپ بھی چاہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں بن سکتے اس کے واسطے آپ کو ان کے کلام سے تائید مل گئی۔ فیصلہ ہو گیا آپ کے نزدیک اس میں پھر اعتراض کی گنجائش ہی نہیں۔ آپ بھی کہتے ہیں وہ نبی نہیں انہوں نے بھی کہہ دیا کہ میں نبی نہیں بس فیصلہ ہوا۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ باقی رہا ہمارا ان کو نبی ماننا سو وہ ان معنوں سے نہیں جو آپ سمجھتے ہیں اس کی تشریح بارہا ہو چکی ہے اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اور مسیح

حضرت مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ شائد ظاہری معنوں میں کوئی اور مسیح موعود پیدا ہو یہ انہوں نے آپ لوگوں کے عقائد کے مطابق فرمایا ہے اور یہ نہیں لکھا کہ وہ حقیقی مسیح موعود ہوگا بلکہ وہ حقیقی جس کا وعدہ دیا تھا وہ تو آپ ہی ہیں اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ سرا بھی آوے جو ظاہری رنگ میں تلوار پکڑے اور عیسائیوں کو قتل کرے تو ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔ آپ اپنے عقیدہ کے خود مالک ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جس کے متعلق وعدہ تھا وہ تو یہی ہے۔ باقی مسیح کا لفظ عام ہے ممکن ہے کہ کوئی اور مسیح بھی شائد ہو۔ آپ کے اس سوال میں بھی کوئی اعتراض کی بات نظر نہیں آتی۔

حوالہ دیگر کتب

رسالہ البرہان الصریح حضرت صاحب کی تصنیف نہیں ہے اور مجھے یاد نہیں کہ اس میں کیا کیا لکھا ہے لیکن اس کے مصنف اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجود ہیں ان کا نام پتہ کتاب پر ... موجود ہوگا آپ ان کو خط لکھ کر دریافت کریں یا کسی اخبار میں اگر سوال کریں وہ خود جواب دے دیں گے یہی آسان راہ ہے

بخاری شریف کے متعلق جو حوالہ آپ نے دیا ہے وہ اگر بخاری شریف یہاں ہوتی اور اصل عبارت کو دیکھا جاتا تب کچھ کہا جا سکتا۔ جب تک میں اصل عبارت کو پڑھ نہ لوں۔ اس کے متعلق کچھ کہنا طریق تقویٰ کے خلاف سمجھتا ہوں

قبر مسیح کہاں ہے

پھر یہ جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر کسی پہاڑ پر ہے اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ کشمیر میں ہے یہ باتیں حضرت موصوف نے قوم عیسائی وغیرہ کے مسلمات اور تاریخی امور کے حوالہ سے لکھی ہیں کہ بعض نے اس کی قبر وہاں تسلیم کی ہے۔ بعض نے یہاں۔ وہاں ہوئی یا یہاں ہوئی بہرحال قبر تو ہے۔ مراد تو ان کی وفات کا ثابت کرنا ہے دو جگہ قبر کا پتہ ملنا کم از کم اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ ان ہر دو مقامات کے لوگ اس کی وفات کے قائل ہیں ورنہ وہ اس کی قبر کیوں بتاتے حضرت صاحب پر اعتراض تو تب آتا جب آپ لکھتے کہ مجھے خدا نے وحی کی ہے کہ اس جگہ قبر ہے اور یہی قبر ہے اس کے سوائے اور نہیں اور پھر وہ بات غلط ثابت ہوتی مگر آپ نے یہ باتیں تاریخی دلائل کے طور پر بیان کی ہیں۔ کہ جس شخص کی قبریں زمین پر بنی ہوئی ہیں وہ آسمان پر کیوں مانا جاتا ہے اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ مجھے بار بار تعجب آتا ہے کہ آپ نے کس قسم کے اعتراض پیش کئے ہیں۔

کسوف خسوف پہلے ہوا

آپ کا یہ فرمانا کہ کسوف خسوف ماہ رمضان میں پہلے سالوں میں بھی ہوتا رہا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اول تو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ جن تاریخوں کی قید اس حدیث میں لگائی گئی ہے آیا ان تاریخوں میں اور اسی طرح وہ کسوف خسوف ہوئے تھے یا نہیں۔ دوسرا آیا اس زمانہ میں کسی نے مسیح و مہدی ہونے کا دعوے بھی کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ مہدی کے متعلق کسی واقعہ کا بطور نشان کے ذکر کرنا یہ نہیں بتلاتا کہ وہ واقعہ پہلے کبھی نہ ہوا ہو بلکہ کسی شخص کی صداقت کا ثبوت بحیثیت مجموعی تمام نشانات اور تعلیم اور تاثیر اور قوت قدسی سے دیکھا جاتا ہے۔

بروز

لفظ بروز کے جو معنے آپ نے سمجھے ہیں یہ درست نہیں ہیں۔ بروز کے معنے وہی ہیں جو پہلے اولیاء کرام بھی بیان کر چکے ہیں بعض صوفیاء نے لکھا ہے کہ میں ابراہیم بن گیا ہوں بعض نے لکھا ہے کہ میں موسیٰ بن گیا ہوں۔ بعض نے لکھا ہے کہ میں عیسے بن گیا ہوں۔ یہی معنے بروز کے ہیں اس کے سوائے اور نہیں اس کی مثال پہلے صوفیاء میں موجود ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے کوئی نئی بات بیان نہیں کی۔

مرزا صاحب اُمّی تھے

پھر آپ کا یہ فرمانا کہ مرزا صاحب نے کسی اُستاد کے پاس نہیں پڑھا یا کہیں تحصیل علوم نہیں کی یہ تو ان کی صداقت کا نشان ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو سب کچھ آپ ہی پڑھایا۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اُمّی تھے کسی اُستاد کے شاگرد نہ تھے مگر خدا تعالےٰ نے آپکو سب علوم عطا کر دئے تھے حضرت مرزا صاحب کا کسی اُستاد سے پڑھا ہوا نہ ہونا تو مخالف علماء کے واسطے اور بھی فائدہ کی بات تھی کہ ایک ان پڑھ سے ان کا مقابلہ تھا۔ پھر کیا سبب ہوا کہ اس ان پڑھ نے قریب بیس سال کے عربی کتابیں نظم اور نثر میں لکھ کر شائع کر دیں اور کئی مولوی جو بڑی بڑی کتابیں پڑھ چکے تھے اور بڑے بڑے مدرسوں سے فضیلت کے دستار باندھ چکے تھے اور سرکار سے بھی مولوی فاضل کا خطاب لے چکے تھے وہ اس کے مقابل میں کوئی کتاب ایسی فصیح بلیغ عربی لکھ نہ سکے بلکہ لکھنے کی جرأت بھی نہ ہوئی اس کا ان پڑھ ہونا تو اس کیواسطے اور بھی عزت کا موجب ہو گیا۔ کہ کوئی پڑھا ہوا اس کی برابری نہ کر سکا

حدیث میں لفظ آسمان

پھر آپ کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے۔ جس میں لفظ

آسمان کا مسیح کے متعلق موجود ہے مرزا صاحب کو معلوم نہ تھا لیکن یہ سوچنا چاہیئے کہ مرزا صاحب کو معلوم نہ تھا تو کیا علماء کو بھی معلوم نہ تھا یا بھول گیا تھا۔ جس وقت کہ حضرت مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ جو مولوی تمام لوازمات کے ساتھ کوئی ایسی صحیح حدیث دکھلاوے گا جس میں حضرت عیسےٰ کے متعلق آسمان پر بجسد عنصری موجود ہونے کا ذکر ہو اس کو کئی سو روپیہ انعام دیا جاوے گا۔ اس وقت کیوں مولوی صاحبان نے وہ حدیث پیش نہ کر دی۔ خیر اگر اس وقت نہیں کر سکے تو اب بھی کسی اخبار میں اس حدیث کو بمعہ اسناد اور حوالہ کتاب پورے طور پر چھپوا دیا جاوے۔ ہم لوگ اس کے دیکھنے اور اس پر غور کرنے کے واسطے ہر وقت طیار ہیں۔

انجیل میں طاعون

کے متعلق حوالہ کا جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ یہ حوالہ انجیل میں نہیں ملتا اس کے متعلق اوپر کچھ ذکر میں کر آیا ہوں اور اب یہ خط لکھ کر رہا تھا کہ آپ کا پیغام رسان پھر وہی ناقص انجیل لایا ہے۔ میں نے یہاں کے عیسائیوں کی طرف بھی آدمی بھیجا تھا مگر وہ نہیں ملے اور آپ کی کتاب ہی ناقص ہے۔ بہر حال میں عرض کر دیتا ہوں کہ طاعون کا ذکر انجیل کی کتاب مکاشفات کے آخری باب میں ہے نیز متی کے چوبیسویں باب میں ہے جو کہ آپ نے نکال کر دیا ہے آپ کو عرض کی گئی تھی کہ آپ کشتی نوح کا وہ مقام مجھے دکھائیں جس پر آپ کو اعتراض ہے مگر وہ آپ کے پاس نہیں اور اس وقت کتاب میرے پاس بھی نہیں لیکن بہر حال اس چوبیسویں باب میں بھی مسیح موعود کے متعلق طاعون کا نشان لکھا ہے اس اردو ترجمہ میں جو آپ نے بھیجا ہے لفظ وبا ہے لیکن انگریزی انجیلوں میں لفظ پلیگ تصریحاً موجود ہے آپ جانتے ہیں کہ یہ انجیلیں سب ترجمے ہیں اصل کتابیں نہیں جس کو عربی میں طاعون کہتے ہیں اس کو انگریزی میں پلیگ کہتے ہیں ہمارے ملک میں کہتے ہیں کہ وبا پڑی ہوئی ہے۔ مطلب سب الفاظ کا ایک ہی ہے اس سے کچھ فرق نہیں آ جاتا۔ کیونکہ مختلف زبانوں میں الفاظ مختلف ہوتے ہیں اصل عبرانی میں غالباً ایسا لفظ اس کے واسطے ہے جس کے معنے پھوڑے کے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ اس باب انجیل میں جھوٹے مسیحوں کا بھی ذکر ہے سو یہ سچ ہے۔ جھوٹے مسیح بھی اس وقت بہت سے پیدا ہوئے ہیں ایک شخص غالباً عبد الحق نام ہزارہ کی طرف مدعی مسیحیت کا ہوا تھا ایک شخص الہی بخش نام لاہور میں تھا۔ ایک شخص چراغدین نام جموں میں تھا ان سب نے مسیح ہونے کا دعوے کیا تھا ایک شخص امریکہ میں ڈوئی تھا وہ مسیح کا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا لیکن یہ سب اس صادق مسیح کے مقابلہ میں ہلاک ہو گئے ان آیات میں یہ نہیں لکھا گیا کہ اس وقت صادق مسیح کوئی نہ ہوگا سب جھوٹے ہوں گے بلکہ صادق مسیح کا بھی وہی زمانہ بیان کیا گیا ہے اور صادق مسیح کا یہ نشان قرار دیا گیا ہے کہ وہ بجلی کی طرح مشرق سے مغرب تک پھیل جاوے گا یعنے اس کا سلسلہ بڑی جلدی ترقی کرے گا۔ سو اس وقت تمام جہان پر حضرت مرزا صاحب کی صداقت روشن ہو گئی ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ کا چرچا نہ ہو آپ کے مقابلہ میں جس قدر جھوٹے مسیح تھے وہ سب ہلاک ہو گئے ان آیات میں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ یہاں ہے یا وہاں ہے تو نہ مانو۔ اس جگہ یہاں وہاں سے مراد پرانی روایات ہیں کہ کوئی کہے گا آسمان پر ہے کوئی کہیگا دمشق میں نازل ہوگا۔ یہ سب غلط باتیں ہیں اگر کوئی کہے کہ کوٹھڑی میں بند ہے تو بھی نہ مانو جیسا کہ بعض لوگ مہدی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی غار میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہے یہ سب بیہودہ باتیں ہیں بلکہ وہ دنیا میں مشرق سے مغرب تک چمکیگا اور اس کا نشان یہ ہے کہ سورج اور چاند اندھیرا ہوگا یعنے ایک خاص قسم کا کسوف خسوف ہوگا جیسا کہ حدیث سے بھی ظاہر ہے جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

علماء اُمت

آپ فرماتے ہیں کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے اس اُمت کے عالم بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ یہ حدیث عام ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ خاص نہیں ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں ہمارا کوئی انکار نہیں بلکہ ہمارا مذہب ہے کہ حضرت مرزا صاحب ہی اس اُمت میں ایسے خدا رسیدہ نہیں گزرے کہ کسی پہلے نبی کا نام ان کو دیا جاوے بلکہ اس سے پہلے بھی اُمت مرحومہ میں ایسے اشخاص ہوئے اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے یہی اسلام کے دین میں بڑی خوبی ہے۔

بالآخر میں پھر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ بدظنی کی طرف جانے کے لئے جلدی نہ کریں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر اڑ بیٹھنا متقی کا کام نہیں بحیثیت مجموعی حضرت مرزا صاحب کے حال پر غور کریں پہلے انبیاء کے حالات دیکھیں جن دلائل سے آپ نے ان کو مانا ہے وہ سب دلائل آپ کو یہاں مل جاویں گے اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں خدا تعالیٰ اپنے حضور میں عاجزی کرنے والوں کو راہ دکھا دیتا ہے۔ اور کتاب آئینہ صداقت جو آپ نے ارسال فرمائی ہے اور اس میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی طبعی موت کے متعلق جو پیشگوئی ہے اس کا حوالہ طلب کیا ہے سو عرض ہے کہ اول تو الہام "یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی" کتاب براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد حضور کو ایک الہام ہوا تھا۔ واللہ یعصمک من الناس یہ الہام بھی کئی کتابوں میں مندرج ہے غالباً حقیقۃ الوحی میں بھی ہے اس کے بھی یہی معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ تجھے لوگوں کے شر سے بچائیگا کسی کے ہاتھ سے تو قتل نہ ہوگا۔ یہی پیشگوئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی تھی۔

انجیل سے جو آپ دیکھنا چاہتے تھے وہ میں نے صفائی سے دکھا دیا ہے اس کے لئے جو آپ مجھے پانچ روپے دینے کا وعدہ کرتے تھے وہ آپ قادیان میں بھیجکر ایک سال کے واسطے اخبار بدر منگوالیں وہ روپیہ آپ ہی کے کام آئے گا اور ایک سال کے واسطے آپ کو بہت سی مفید باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ اب تک آپ نے یکطرفہ اخبار اور کتابیں پڑھی ہیں ایک سال اخبار بدر کے دیکھنے سے آپ کو بہت سے صحیح حالات معلوم ہو جاویں گے۔ فقط

خادم محمد صادق عفی اللہ عنہ۔ اڈیٹر بدر بٹی - ۲۳ - مارچ ۱۹۰۹ء

قسطنطنیہ

میں فوجی سرکشی رنگ لائی ترقی واتفاق کی پارٹی تباہ کی گئی کشت وخون ہوا - وزیر اعظم بھی برطرف کیا گیا اور وزیر جنگ اور وزیر انصاف بھی بزور برطرف کئے گئے فوجی سرکشی کا نتیجہ ہاتھوں ہاتھ نکلا اگر کسی کی شہرت بڑھ گئی ہے تو سلطان المعظم کی مجلس وزارت عثمانیہ بیخ و بنیاد سے بدل گئی سر رشتہ انصاف کے وزیر تو تیغ بیدریغ کئے گئے سر رشتہ دریائی کے وزیر بھی زخمی کئے گئے اور سر رشتہ جنگ کے وزیر قید خانہ میں پڑے ہیں۔ ادہم پاشا نئے وزیر جنگ مقرر کئے گئے جو گذشتہ جنگ یونان میں کمانڈر فوج عثمانیہ تھے ان کے تقرر پر تمام فوجیں خوش ہیں۔ جب سلطان سے مل کر آئے تو تمام خلقت نے بزور چیئرز دیں۔ باغیوں نے پارلیمنٹ میں مورچے باندھے تھے لیکن ان کی کوشش کارگر نکلی اندیشہ باقی نہیں ہے تمام سابقہ مجلس وزارت مستعفی ہو گئی نئی وزارت قائم کی گئی۔ باغیوں کو معافی عطا کی گئی۔ اس پر فوجوں کا جوش تھم گیا فوجوں کو یقین دلایا گیا کہ آئندہ شریعت کا قانون مسلمہ ہوگا۔

مدینۃ المسیح

۱- اہل بیت نبوی آج ۱۸ - اپریل کو بخیر وعافیت دہلی سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

۲- مخدوم القوم مولانا محمد علی صاحب کلکتہ کی مذہبی کانفرنس میں اپنی تقریر سنا کر مظفر ومنصور واپس آ گئے ہیں تفصیلی حالات کسی دوسری جگہ پڑھیئے جو میری درخواست پر نہائت نوازش سے لکھی ہیں

کلام امیر المومنین

حضرت امیر المومنین کی خدمت میں ایک خط پیش ہوا جس میں حضرت ابو بکر اور سیدنا المسیح الموعود کی فضیلت کی بحث تھی اسے پڑھ کر فرمایا۔

میں نے ایک دفعہ خواب میں حضرت علی کو دیکھا ان سے عرض کیا کہ فضیلت کے جھگڑے نے اسلام کو جو صدمے پہنچائے ہیں وہ کم نہیں۔ اصل معاملہ کیا ہے۔ فرمانے لگے ہر شخص کا جناب الہی سے دلی تعلق ہوتا ہے اسی کے لحاظ سے فضیلت ہوتی ہے مگر یہ تعلق ایک ایسا مخفی راز ہے کہ سوا اس ذات باری تعالی کے اور کسی کو معلوم نہیں پس اس امر کی نسبت بحث ہی فضول ہے۔

حضرت صاحب مامور تھے اور ان کو تو حکم الہی سے بولنا پڑتا تھا۔ نبی یا رسول عربی معنے کے لحاظ سے بہت ہی آسان لفظ تھا مگر ہمارے ملک کے لوگوں نے اس کے کچھ ایسے عجیب معنے سمجھے ہیں کہ بہت سی مشکلات میں پڑ گئے ہیں کوئی کسی جوہر کو کام کے لئے بھیجتا ہے تو اس وقت ہی کہتے ہیں۔ یہ اس کا رسول ہے پس اس لفظی نزاع کا فائدہ کیا ہے۔ دیکھو ایک تنکا بھی شے ہے اور خدا بھی شے۔ تو کیا تنکا اور خدا برابر ہو گئے۔

یا کل شیٔ ھالک کا حکم اس پر بھی وارد ہو گیا ہر گز نہیں پس اسی طرح کوئی نبی یا رسول کہلائے سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا۔ میرا اعتقاد حضرت نبی کریم کی نسبت ایسا رہا ہے جو درس میں بعض وقت بے اختیار کہہ دیا کرتا ہوں کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی کامل انسان آپ کی مثل پیدا ہو۔ مسیح اور موسیٰ بھی رسول تھے مگر محمد رسول اللہ کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

تمام مذہبوں کا مشترک مسئلہ دعا ہے۔ تیرہ سو برس سے اللھم صل علی محمد کی دعا ہو رہی ہے۔ جو کسی نبی کو نصیب نہیں ہوئی پس ان کے مدارج میں کس قدر ترقی ہوئی ہو گی۔ میں ایک دفعہ لاہور بیٹھا تھا۔ ایک صاحب نے مجھے کہا ہم تم پر ناراض ہیں میں نے کہا کہ خدا ناراض نہ ہو۔ آدمی کی ناراضی کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ کہا تم نے اپنے پیر کی بے ادبی کی کہ اسے عیسیٰ بنایا۔ عیسیٰ کیا ہے جس کو یہودیوں نے پکڑ کر سولی دے دیا۔ دیکھو ہم اپنے پیر کا کس قدر ادب کرتے ہیں کہ اسے خدا سمجھتے ہیں۔ یہ بات لاہوریوں نے سنی اور کچھ چون و چرا نہ کی اس پر اس نے کہا کہ دیکھا پیروں کے ادب کرنے کی برکت اور اس کا فائدہ تم نے مرزا کی تحقیر کی کہ اسے عیسیٰ کہا تو لوگ ناراض ہو گئے۔ ہم نے اپنے پیر کا ادب کیا خدا تک کہا اور لوگ ناراض نہ ہوئے۔

اصل بات یہ ہے کہ بات کرنے کا ایک ڈھنگ ہوتا ہے ہمارے بعض دوست بات کو ایسی ترکیب سے بیان کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ جہال کو جوش آتا ہے اور لڑائی ہو جاتی ہے میں نے بارہا غیر احمدیوں سے اثناء گفتگو میں کہا ہے مرزا ہی رب کی طرف سے بھیجا ہوا تھا۔ مرزا ہی اپنے رب سے غیب کی خبریں پاکر لوگوں پر ظاہر کرتا تھا تو سب نے تسلیم کیا اور کچھ جوش ظاہر نہیں کیا حالانکہ رسول اور نبی کے بھی یہی معنے ہیں پس بات کہنے کا بھی ایک سلیقہ ہوتا ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ بہت سے لوگ بے وجہ ابتلا میں ڈالدئے جاتے ہیں وہ قابل رحم ہوتے ہیں اور ان پر رحم نہیں کیا جاتا۔

فضیلت کی بات بہت جلد حل ہو سکتی ہے مگر یہی وہ بحث ہے جس سے سنی و شیعہ میں کشت و خون تک نوبت پہنچی بارہ سو برس صدی تک سنی و شیعہ کی مسجد الگ نظر نہیں آتی مگر پھر آخر اسی بحث نے تفرقہ ڈالا اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے۔

ایک شیعہ حضرت صاحب کے اس شعر پر بڑا جوش میں آرہا تھا

کربلائیست سیر ہر آنم ۔ صد حسین است در گریبانم

میں نے اسے کہا اس کے یہ معنے ہیں کہ امام حسین کی کربلا اور ان کی لڑائی کا صبح سے ظہر تک فیصلہ ہو گیا مگر (مرزا صاحب فرماتے ہیں) میں ایسا مظلوم ہوں کہ ہر وقت میرے لئے کربلا کا میدان ہے وہاں تو ایک دو گھنٹہ میں فیصلہ ہو گیا تھا اور یہاں سینکڑوں دن گذر گئے ہیں روز مجھے ذبح کرتے ہیں کیا کوئی سو حسین میرے گریبان میں پنہاں تھا بے اختیار اس نے کہا یہ تو سچ کہا آپ نے۔

بولنے میں عقلمندی کی بہت ضرورت ہے۔ میں سیالکوٹ گیا میری عادت ہے کہ جو قرآن کی آیت میں مضمون ہو اسی کو بیان کیا کرتا ہوں۔ اب اگر اس میں مرزا کا ذکر نہ آیا تو میں خواہ مخواہ کھینچ تان کے کہاں سے لاتا اس پر بعض لوگوں کو برا معلوم ہوا کہ اتنی دیر وعظ کیا اور مرزا کا ذکر تک نہیں کیا گویا وہ چاہتا ہے کہ ساری دنیا کو راضی کرے۔ یہ بات صرف انہی سے مخصوص نہیں بلکہ صوفیاء۔ فقہاء۔ اہلحدیث سب کو میں نے دیکھا کہ جب ان کے ذوق کا ذکر نہ آئے۔ تو وہ کبیدہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ ادھر کشمیر کی طرف قاعدہ ہے کہ اگر خطبہ میں سید عبد القادر جیلانی کا ذکر نہ آئے تو اس خطیب کو بے ایمان سمجھ کر سب چلے جاتے ہیں وہ پیر گیلانی کو یہاں تک معتقد ہیں کہ جائے کی پیالیاں بھی بارہ نہیں گیارہ رکھتے ہیں کشمیر میں بارہ دری کوئی نہیں قرآن مجید میں ایسے لوگوں کا ذکر آیا ہے کہ اذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت

قلوب الذین لا یومنون بالآخرۃ [illegible] وہ لوگ صرف توحید کے ذکر پر بھڑک اٹھتے ہیں۔ غرض ایسی بحثوں کو میں بہت برا سمجھتا ہوں اسے چاہیے کہ بہت بہت دعا کرے تا خدا کوئی ایسی راہ سمجھا دے جس سے اپنے مخالف کو نرمی کے رنگ میں سمجھا سکے۔

ناصح میں جانتا ہوں تمہاری نماز کو
دل جانب بتاں ہے تو منہ ہے حجاز کو

رگ رگ میں میری عشق و محبت کا راگ ہو
باور نہ ہو تو چھیڑ کر دل کے ساز کو

بندہ خدائے پاک کا امت نبی کی ہوں
اس بات پر ہے ناز سراپا نیاز کو

محمود تھا تیرے اور ہزاروں غلام تھے
کیا بات تھی جو تونے نوازا ایاز کو

منصور دار دار پہ اس کو چڑھائینگے
یاں جو چھپا سکا نہ محبت کے راز کو

انجام کار کنج لحد ہی مقام ہے
اے ترک ترک کر دے تو اس ترکتاز کو

واعظ سنا جو یاد ہو تیرے پیا کی بات
رہنے دے قصہ ہائے طویل و دراز کو

لے خضر پیچھے پیچھے ترے آ رہے ہیں ہم
کچھ جانتے نہیں ہیں نشیب و فراز کو

رندان بادہ نوش بھی بندے خدا کے ہیں
تحقیر ناپسند ہے اس بے نیاز کو

دم بھر بھی کر بھروسہ نہ دم پر مرے عزیز
یہ بادباں ڈبوئیگا اک دن جہاز کو

کیا راز ہے کہ شمع پہ پروانے گرتے ہیں
یہ پوچھنا چاہیے کسی سینہ گداز کو

جو جو خیال سوجھتے ہیں میرے سیج کو
کب سمجھتے ہیں شاعر بادہ طراز کو

کچھ عشق کی خبر ہو تمہیں شیخ و برہمن!
نیلے سے تم اٹھا دو اس امتیاز کو

قابو جو دل پہ دیجئے تو آوارہ نفس کو
چڑیا پہ چھوڑتے ہو مری جان باز کو

اکمل کبھی نصیب نہ وصل حبیب ہو
جب تک نہ چھوڑ دے کوئی بت حرص و آز کو

ایڈیٹوریل

سماع اسلام میں

انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ موسیقی سے ایک خاص انس رکھتا ہے۔ خواہ کیسا درشت مزاج اور روکھا انسان ہو مگر جونہی کوئی خوش آئند آواز اس کے کان میں پہونچی تو وہ نرم ہوگیا۔ بلکہ از کم اس کا دل اسکی طرف مائل ہوگیا اور یوں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر انسان تنہائی میں بیٹھ کر کسی نہ کسی وقت کچھ گنگنا لیتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موسیقی انسان کی فطرت میں داخل ہے چونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسلام نے موسیقی کو حرام کیا ہے اور موسیقی کی حرمت لذاتہ ہے یہ دوسری بات ہے کہ گندے اشعار پڑھنے یا ان میں ایسا توغل کرنے کی ممانعت ہے۔ جو ذکر اللہ سے بھی روک دے۔ پھر اسمیں کچھ دہوکا بھی لگتا ہے وہ یہ کہ بعض وقت حظِ نفس کو حظِ روح سمجھ لیا جاتا ہے اور اس غلطی میں اکثر صوفیا مبتلا ہیں پھر سماع میں کچھ حد سے بڑھ بھی گئے ہیں یعنی اس کو نیچرل حد تک رہنے نہیں دیا بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور لوازمات۔ طبلہ۔ سارنگی وغیرہ ملادئے ہیں۔ جو کسی صورت میں جائز نہیں قرار دئے جاسکتے ہیں جہاں عورتوں سے کچھ سننا بھی منع ہے ہاں حد اعتدال تک کسی پاک شعر کا کسی خوش آواز سے سن لینا حرام نہیں کہا جاسکتا۔ ایک اور بات بھی قابل تذکرہ ہے وہ یہ کہ تقریباً تمام مذاہب کی عبادت میں کچھ گانا شامل ہے صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جسمیں یہ بات نہیں اس میں جو راز ہے اس پر کسی دوسرے وقت بحث ہو سکتی ہے۔ فی الحال ہم صرف اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں جس گروہ نے گانا اپنا پیشہ قرار دیا ہے وہ دنیا میں بھی تنگدستی و مفلسی قلاشی کا شکار ہورہا ہے اور اس کی عملی حالت اچھی نہیں چنانچہ ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کو قوال کہتے ہیں جس کا ترجمہ زبانی جمع خرچ کرنے والے کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو موسیقی کا وہ پہلو دکھایا ہے جو حد اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے اور ایک وہ پہلو ہے جو پہلے بیان ہوا یعنی گاہے گاہے کسی خوش آواز سے پاکیزہ اشعار سن لینا یہ جائز ہے۔ بلکہ قلب میں رقت و سوز پیدا کرنے کے لئے (جو دعا کے لئے بہت ضروری ہے) اچھا طریق ہے۔

میرے سید و مولیٰ مسیح الثقلین بھی ایسے اشعار سنا کرتے تھے۔ چنانچہ یہاں ایک حافظ معین الدین صاحب رہتے ہیں آپ رات کے وقت مختلف اشعار سنتے۔ دیوان حافظ کی یہ غزل آپ کو بہت پسند تھی دراصل اس دیوان میں معرفت و تصوف کے بہت سے نکات ہیں مگر افسوس کہ ان کے اظہار کا غالباً زمانہ کے مذاق سے مجبور ہو کر حافظ شیرازنے ایسا طریق اختیار کیا ہے کہ پختہ مغزوں کے سوا دوسروں کو پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مثلاً ایک شعر ہے۔

آن تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
اشہی لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

اس میں حافظ صاحب نے اس وقت کی بعض درسگاہوں کی بُری حالت کیطرف توجہ دلائی ہے کہ یہ شراب خوردن سو بھی گئے گذرے ہیں۔ صوفی شراب کو تو ام الخبائث کہتا ہے مگر اپنی خانقاہ سے غافل ہو جہاں قبلۃ العذارا تک نوبت پہونچ چکی ہے۔ لیکن طرز ایسا ہے کہ جو اتنا فہم نہیں رکھتے وہ دہوکا کہاتے ہیں۔ اخیر میں میں وہ غزل درج کرتا ہوں۔

ہزار دشمنم ار مے کنند قصدِ ہلاک
گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک
مرا امید وصالِ تو زندہ مے دارد
وگرنہ صد ہم از ہجر ہست بیم ہلاک
نفس نفس اگر از باد بشنوم بوئت
زماں زماں کنم از غم چو گل گریبان چاک
رود بخواب دو چشم از خیال تو ہیہات
بود صبور دل اندر فراق تو - حاشاک
اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم
وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک (ایضاً)
تماچنانکہ توئی - ہر نظر کجا بیند
بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک
عنان نہ پیچم - اگر مے زنی بشمشیر
سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک
بچشم خلق عزیز آں گہے شوی حافظ
کہ بر در ش تو نہی روئے مسکنت بر خاک

* اس مضمون کی سیاہی ابھی سوکھنے بھی نہ پائی تھی کہ اتفاقاً حبّی فی اللہ پیر منظور محمد صاحب تشریف لائے اور کہا ایک نکتہ حضرت صاحب کا یاد آیا آپکو سنانے آیا ہوں۔ یہی شعر آن تلخ وش پڑھا اور کہا کہ حضرت اقدس نے اسکے معنے بیان فرمائے کہ شراب سے مراد وہ تلخ کامی ہے جو دنیا اور اسکی چیزوں کی محبت چھوڑنے میں پیش آتی ہے۔ ام الخبائث اس لئے کہا ہے کہ جیسے ماں کے بطن سے بچہ نکل جاتا ہے اسی طرح [illegible]

کرایہ کے ٹٹو

اسلام کا انحطاط و تنزل اس وقت شروع ہوا جب ہم میں وہ ہمدردی وہ اخلاص نہیں رہا۔ جو صحابہ کرام میں تھا۔ وہ بے غرضانہ خدمات کا شوق نہیں رہا جو اس پاک جماعت میں تھا وہ آزادی کی سپرٹ وہ اخلاقی جرأت نہیں رہی جسکی مثال ہمیں اسی برگزیدہ جماعت میں نظر آتی ہے جسے خدا نے محض اپنے فضل سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خدام بننے کے لئے چن لیا۔ میں صاف کیوں نہ کہوں جب سے یہ تقلید اور بلا دلیل کسی غیر معصوم کے قول کو اپنے عقائد میں داخل کر لینے کا بھوت ہمارے سروں پر سوار ہوا ہے حق یہ ہے کہ اسلام پھر اسلام نہیں رہا۔ بلکہ اسی وقت سے ہم نے اپنا سب کچھ کھو دیا۔ سلطنت گئی۔ صنعت و حرفت گئی۔ مال گیا۔ عزت گئی۔ بلکہ میں تو یہ کہنے کو بھی تیار ہوں کہ دولتِ ایمان بھی گئی۔ پھر اسلام کا تنزل اس وقت شروع ہوا جب مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم سے مونہہ پھیر لیا۔ جب قرآن محض ختم کی روٹیوں پر پڑھا جانے لگا۔ یا کسی مردہ کی اسقاط کرانے کے لئے باہر نکالا جانے لگا۔ پھر اسلام کے تنزل کی بنیاد اس وقت پڑی جو میرے اس نوٹ کا عنوان ہے۔ یعنے جب ہمارے ملاں کرایہ کے ٹٹو بن گئے ایک وقت تھا کہ کوئی صاحب نماز مسجد میں پڑھاتے۔ تو محض للہ کسی کو قرآن سکھاتے۔ تو للہ کسی کو مسئلہ بتاتے۔ تو لوجہ اللہ کسی کو وعظ سناتے تو لابتغاء مرضات اللہ۔ یا پھر یہ وقت بھی آیا۔ کہ ہمیں ایسے ملاں دیکھنے پڑے ہیں۔ جنھوں نے عید کی نماز پڑھائی ہے۔ خطبہ پڑھنے کے لئے اُٹھے ہیں ادہر اس کپڑے کی طرف نگاہ کی ہے جو دیہات میں غلہ وغیرہ جمع کرنے کے لئے بچھا دیا جاتا ہے۔ تو غلہ بہت تھوڑا دکھا ہے۔ پس غصے سے وہ خطبہ کا رسالہ (کیونکہ خیر سے اتنی لیاقت تو ہے ہی نہیں۔ کہ کسی آیۃ پر زبانی وعظ کریں) جو پڑھنے کے لئے ہاتھ میں ہے دیکر ہیں۔ زمین پر ٹپک دیا۔ کہ اے لو۔ تم غلہ نہیں لائے۔ ہم تمہیں خطبہ ہی نہیں سناتے اور اس طرح تمہاری عید کو مکروہ کرتے ہیں۔ کوئی پوچھے۔ میاں صاحب! اگر آپ اس نیت سے سنانے والے تہے تو اس سنانے کا فائدہ ہی کیا تہا اور جمعہ تو آپ لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع سے استدلال کرکے نہیں پڑھاتے تو پھر عید کیوں پڑھاتے ہیں۔ آخر اس کا ذکر بھی اسی قول یا القول یہ بھیانوی حدیث میں ہے۔ ایک دوسرے بزرگوار ہیں۔ باہر سے قضاء حاجت کرکے آئے ہیں آتے ہی امام بن گئے اور نماز پڑھانی شروع کردی ایک واقفکار نے پوچھا۔ ملا صاحب یہ کیا؟ کہا کہ یہ مقتدی ہماری خدمت نہیں کرتے۔ ہم بھی انہیں اب بلا ایمان کرکے ہی ماریں گے۔ میرے دوستو! یہ کہانیاں نہیں یہ چشمدید واقعات ہیں۔ اگر کسی کو ان باتوں کو سن کر ہنسی

آتی ہو تو اسکی غلطی ہے۔ یہ تو رونے کا مقام ہے کہ ہماری قوم کے ریپریزنٹو جو بارگاہ الٰہی میں ہمیں پنجوقت پیش کرتے ہوں ان میں سے بعض کے اخلاق یہاں تک پہونچگئے ہوں مردار پر کتوں اور گدوں کی لڑائی تو آپنے دیکھی ہوگی۔ مگر ہم نے تو آنکھوں ان اماموں کو مُردوں پر لڑتے دیکھا ہے ایک کہتا ہے کہ یہ مردہ میرا ہے۔ ایک کہتا ہے۔ کہ یہ میرا ہے۔

اب خیال کیجئے کہ وہ نماز ہی کیا کوئی نماز ہے جو ایسے اوران خیالات کے لوگوں کے پیچھے پڑہی جاوے چونکہ ملان کے فرائض میں سے تہا۔ کہ پنجوقت اذان دے اور نماز کرائے۔ مسجد کو صاف رکھے۔ مسلمانوں کے بچوں کو دینی تعلیم دے نماز روزہ سکھائے اور یہ سب کام اس قدر فرصت نہیں دیتے۔ کہ کوئی اپنے لئے کچھ کما سکے اس لئے اس مسجد کے متعلقین نے ان کے لئے کچھ روزینہ مقرر کر دیا تہا اور یہ اچھی بات تہی آہستہ آہستہ عملوں سے خلوص جاتا رہا اور یہ حضرات کرایہ کے ٹٹو بن گئے اب تو مسجد میں چٹائی بچھانا۔ چراغ تک جلانا۔ بغیر اجرت کے قسم ہوگیا۔ حالانکہ خانہ خدا کی صفائی وہ مبارک کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان ابو الانبیاء نبی اور اس کے فرزند کو فرماتا ہے۔ ان طهرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ اب یہ زمانہ بھی ہمیں دیکھنا پڑا۔ کہ یہ باتیں ایک جنٹلمین کے لئے موجب ہتک سمجھی جاتی ہیں۔ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔

نمبردار خواندہ ہونا چاہئے

اس سے پہلے تو دیہاتی لوگ اکثر جاہل ہوتے تہے اس لئے یہ التزام مشکل تہا کہ نمبردار خواندہ رکہا جاوے مگر اب تو اکثر زمیندار خواندہ پائے جاتے ہیں اس لئے میرے خیال میں ضروری ہے کہ نمبردار کچھہ نہ کچھہ نوشت و خواند جانتا ہو اور نہیں تو اپنا دستخط تو کر سکتا ہو۔ مہروں میں بہت سے نقصانات ہیں۔ یہ مہر جب کسی شریر آدمی کے قبضے میں آجاتی ہے تو وہ اس سے بہت سے ناجائز کام لے لیتا ہے۔ مثلاً ایک معمولی کاغذ پر مہر لگانے کے لئے لی۔ اور ساتھہ ہی کسی اور کاغذ پر بھی لگالی اور اس قسم کی کئی مثالیں مل سکتی ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آئندہ اس بات کا خیال رکھا جاوے کہ نمبردار حتے الوسع خواندہ ہو۔ نمبردار کا خواندہ ہونا اور کئی پہلوؤں سے بھی بہت مفید ہے۔

آریہ سماج

مسیحی تجلی میں آریہ کی اصلی تصویر دکہائی گئی ہے جنمیں سے بعض فقرات مفصلہ ذیل ہیں۔ (۱) دوسرے مذہبوں پر حملہ کرنے کی رُوح (۲) مسیحی دین کی کھلم کھلا مخالفت (۳) مباحثہ کے شوقین۔ (۴) دلیل لانے میں بڑا جوش و خروش دکہاتے۔ لیکن صاف جواب نہیں دیتے (۵) دوسروں کے کام کو دخل دہی اعتراضوں اور سوالوں کے ذریعے روکنا (۶) اس امر کے مدعی کہ ہم ہی خاص لوگ ہیں اور دانائی ہمارے ہی ساتھہ ہے (۷) فخر کرنیوالے تکون کا مخالف کہڑا کرکے بڑی دلیری سے اس کو گراتے ہیں۔

(۸) وہ مصلح ہونے کا دعوےٰ تو کرتے ہیں لیکن اصلاح نہیں کرتے۔ (۹) ان کا کام زیادہ تر یہ ہے کہ یہ کرو نہ وہ کرو یہ درست نہیں وہ درست نہیں۔ لیکن جو درست ہے وہ کر کے بھی نہیں دکہاتے (۱۰) تنگ دل ہیں۔ (۱۱) تعصب سے بھرے ہیں۔ منوانا تو سب کچھہ چاہتے ہیں۔ خواہ کیسا ہی غیر معقول ہو اور ماننا نہیں چاہتے۔ خواہ کیسا ہی صحیح ہو۔ (۱۲) تلخ مزاج ہیں۔ جو معاملہ پورے طور سے صحیح نہ ہو اس کا خاصہ یہی ہے۔ (۱۳) نیوگ کی تعلیم اخلاق کے خلاف ہے۔ (اس کے لئے دیکھو لالہ رُچی رام ساہنی ایم۔ اے کا رسالہ نیوگ کے بارہ میں) اس تعلیم کے مطابق کوئی عورت دس شخصوں کے ذریعے دس بچوں کی ماں ہو سکتی ہے جبکہ وہ دسوں شخص زندہ ہیں۔ پھر بھی وہ عورت صاحب عزت سمجھی جاوے گی۔ آریہ سماج کی ایک کتاب کے بارہ میں ایک ضلع کے اسسٹنٹ کمشنر نے اپنے عہدہ کی حیثیت سے یہ کہا۔ کہ ہر معمولی عقل کے آدمی کے نزدیک اس کتاب کی بعض باتیں اخلاقی خیالات کے بالکل خلاف ہیں۔ جب یہ مقدمہ سشن جج کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ اس کتاب کے بعض حصے بہت ناشائستہ ہیں۔

رسمی مسلمان اور قبر پرستی

خدا تعالیٰ کی یہ ایک قدیمی سنت ہے۔ کہ جب دنیا میں شرک اور کفر اور طرح طرح کی گمراہی اور بے دینی پہیل جاتی ہے اور زمین گناہوں کی نجاست سے آلودہ ہو جاتی ہے تو وہ اپنی رحمانیت کے تقاضا سے دنیا کو اس ناپاکی اور پلیدی سے پاک کرنے کے لئے اور ایک ایسی پاک جماعت قائم کرنے کے لئے جو اسی کی پرستار ہو اور اس کے حکموں کے مطابق چلنے والی ہو اپنی طرف سے ایک امام کو جو بظاہر انہی دنیا کے بندوں میں سے ہوتا ہے۔ مگر اس رتبہ امامت کی کامل استعداد فطرتاً اپنے اندر رکھتا ہے اصلاح خلق کیواسطے چُن لیتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی مرضی اور اپنے احکام مخلوق کو پہونچاتا ہے اور وہ امام پورا مزکی ہوتا ہے اسکی مثال ایسے ہی سمجھو جیسے ایک بادشاہ اپنے ملک یا کسی صوبہ میں خرابی اور بد انتظامی اور بے امنی دیکھہ کر اپنی طرف سے ایک نائب السلطنت بھیجتا ہے اور اس نائب کے ذریعہ رعایا کی اصلاح کرتا اور امن قائم کرتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی کرتا ہے کیونکہ وہ رحمٰن ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کی مخلوق گمراہی میں بھٹکے اور اس کی معرفت حاصل کر کے اسکی خوشنودی حاصل نہ کرے اور مخلوق میں دینداری۔ نیکوکاری۔ راستبازی اور خشیۃ اللہ اور دیگر صفات حسنہ پیدا نہ ہوں سو اسی قدیم قانون کے موافق اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں بھی ایک امام کو جس کا نام پہلے سے اس نے اپنے انبیاء (علیہم السلام) کی معرفت ظاہر کیا اور اس کے زمانہ بعثت کی علامات بھی بتلا دیں بھیجا یعنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ سو الحمد للہ کہ وہ ہمارے درمیان تب تک رہا جب تک خدا تعالیٰ کے علم میں اس کی ضرورت تہی اور لاکھوں گم گشتگان وادی ضلالت کو ہدایت اور راہ نمائی کرکے اور بد اعتقادات کا قلع قمع کرکے اور صداقت کا بیج جہان میں بو کر اس جہان سے رخصت ہوا۔ خوش قسمتی سے ان لوگوں کی جنہوں نے اس کو قبول کیا اور اس کے زیر سایہ روحانی پرورش پائی اور وائے ہے ان کے لئے جنہوں نے جہالت۔ خود بینی۔ تکبر یا کسی اور وجہ سے اس کو نہ پہچانا اور اپنی شقاوت ازلی کا ثبوت دیا۔ اس زمانہ کے لوگ صرف رسمی مسلمان رہ گئے قرآن کریم کا علم۔ فہم اور اس پر عمل مطلق نہ رہا۔ طرح طرح کی بدعات اور رسموں میں گرفتار ہو گئے اور ایسا مضبوط ان کو پکڑا کہ وہ شرک کی حد تک پہونچ گئیں۔ نماز۔ روزہ و دیگر احکام شرعی صرف ایک رسم کے رنگ میں رہ گئے۔ ظاہری طور پر ادا ہونے لگے جس کا دل پر کوئی اثر نہیں اور اکثر خلائق میں ظاہری طور پر بھی نہ رہے صرف نام کے مسلمان رہ گئے۔ بہت سی بدعات اور مشرکانہ خیالات ہیں سے جو ان کی طبائع میں راسخ ہو کر گویا جزو لاینفک ہو گئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ قبور اولیاء اللہ کی یا ایسے لوگوں کی قبور کی جن کو وہ بزرگ خیال کرتے ہیں۔ ایسی تعظیم کرتے ہیں کہ جو سوائے ذات باری کے کسی کا حق نہیں وہ ان پر نذریں نیازیں مانتے اور چڑہاوے چڑہاتے اور انکو نفع نقصان کا مالک تصور کرتے ہیں اور اگر کوئی مراد حاصل ہو جاوے تو اس کو ولی اللہ کی مہربانی خیال کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسے بزرگوں کی مزاروں پر میلے اور عرس ہوتے اور رنگارنگ کی بدعات اور فضولیات اور غیر شرع امور وقوع میں آتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ایسے لغو اور بے ہودہ کاموں سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض جہلاء یہاں تک کرتے ہیں کہ قبروں کے گرد طواف کرتے اور ان کو سجدہ کرنے سے دریغ نہیں کرتے

اور قبر کی طرف پشت کر کے نہین چلتے . بعض لوگ جو بظاہر اہل علم اور معقول طبائع کے معلوم ہوتے ہین اون کا بہی یہ حال ہے کہ مزارون پر جاتے اور ان کو مرادین دینے والے یا نفع نقصان پہنچانے مین بہت سی دسترس رکھنے والے خیال کرتے ہین انکو یہ خیال نہین آتا . کہ نفع نقصان کا مالک سوائے باری تعالےٰ کے اور کوئی نہین وہی جو چاہتاہے کرتا ہے اس کے کامون مین کسی کو دخل نہین - خواہ نبی ہو یا ولی - پہر معلوم نہین کہ ان لوگون کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے کہ ایک عاجز انسان کو جو دنیا سے گذر کر زیر زمین ہو گیا ہے اس کو باری تعالیٰ کے کامون مین شریک خیال کرتے اور اس سے مرادین مانگتے ہین بعض دفعہ یہ لوگ اپنی اس غلطی کا یہ جواب دیتے ہین کہ ہم ان اولیاء اللہ کو اپنے اور خدا تعالےٰ کے درمیان وسیلہ یا واسطہ بناتے ہین اور ان کے ذریعہ یا اون کی طفیل ہماری مرادین حاصل ہوتی ہین اب ہم یہ پوچھتے ہین کہ کیا اون کو ذریعہ بنائے بغیر براہ راست خدا تعالےٰ سے ہماری مرادین حاصل نہین ہوتین ؟ اور اگر ہوتی ہین تو پہر ان کے آگے دعائین مانگنے اور ان کو ذریعہ بنانے کے کیا معنے - خدا تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ میری ہی عبادت کرو اور مجہ سے ہی مرادین مانگو یا استعانت طلب کرو جیسے کہ سورہ فاتحہ مین ہر ایک شخص پڑہتا ہے - ایاک نعبد و ایاک نستعین مگر افسوس اس بات کا ہے کہ نماز طوطے کی طرح پڑہی جاتی ہے اور مطلب تک سمجھنے کی کوشش نہین کی جاتی اور جب مطلب ہی سمجہا نہین جاتا تو اس پر عمل کیون کر ہو سکے - پہر پڑہتے ہین - لا الہ غیرک - مگر دوسرون سے دعا مانگتے اور ان کو معبود بناتے ہین کیا کبھی کسی زندہ نبی - ولی - غوث یا قطب کے سامنے جا کر کسی نے اس سے دعائین مانگی ہین اور کہا کہ تو ہماری فلان مراد دے ہرگز نہین خداوند تعالیٰ کا جو برگزیدہ ہو گا وہ یہی تعلیم دیگا . کہ خدا سے مانگو اور اسی سے دعا کرو اور اپنے اندر ایسی پاک تبدیلی کرو کہ وہ تم کو تمہاری مرادین دے اور تم سے وہ سلوک کرے جو وہ ہمیشہ اپنے بندون سے کرتا آیا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم کی کسی دعا مین ایسا ہے کہ مین فلان نبی یا ولی کو ذریعہ بناتا ہون اس کی طفیل مجہ پر فضل کرے یا میری فلان مراد مجہ کو عنایت کر - ہرگز نہین بلکہ براہ راست خدا تعالیٰ سے مانگنے کی ہدایت ہے ذریعہ ہم صرف اس صورت مین بناتے ہین کہ ہم ایک صادق یا پاک انسان کی صحبت مین رہ کر اس کا پاک نمونہ اختیار کرتے ہین یا اسکی تحریر و تقریر سے فائدہ حاصل کرتے ہین اس لئے قرآن کریم مین حکم ہے کہ کونوا مع الصادقین یا جیسے ہم استاد سے علم وغیرہ حاصل کرتے ہین وغیرہ وغیرہ

اس کے سوا جو لوگ فوت ہو چکے ہون ان کے لئے صرف یہ حکم ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرو مگر ان سے کچہ نہ مانگو وہ کچہ دینے والے نہین ہین -

خاکسار ہدایت اللہ احمدی از گجرات

کلکتہ مین مذہبی جلسہ

اس اعلان کے مطابق جس کی اطلاع پہلے ہو چکی ہے کلکتہ کا مذہبی جلسہ بنام دی کانوشن آف ریلیجنز ان انڈیا ۹ و ۱۰ و ۱۱ اپریل ۱۹۰۹ء کو بڑی کامیابی سے ہوا اس مذہبی اجتماع کے محرک بابو سرداچرن متر تھے - جو ابہی دسمبر گذشتہ مین ہائیکورٹ کلکتہ کی ججی سے پنشن پر آئے ہین جیسا کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے اس جلسہ کی تحریک کی پہلی خبر یہان قادیان مین ہی ۱۳ جنوری کے قریب پہونچی تہی اور کمیٹی منتظمہ کی طرف سے یہ اعلان تہا کہ تمام مضامین ۲۰ جنوری سے پہلے پہلے کلکتہ مین پہونچ جانے چاہئین چونکہ وقت بہت تنگ تہا یعنے صرف دو تین روز کا وقفہ مضمون لکھنے کے لئے تہا اس لئے میرا خیال تہا کہ ہم اس جلسہ مین مضمون نہین بہیج سکتے مگر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو اس وقت رخصت پر یہان موجود تہے انہون نے بہت زور اس بات پر دیا . کہ ضرور مضمون ہماری طرف سے اس جلسہ مین جانا چاہیئے اور مین سچے دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہون کہ جو کچہ کامیابی اس جلسہ مین ہمی ہوئی ہے اس کے لئے مبارکباد کے مستحق سب سے اول میرے مکرم دوست خلیفہ رشید الدین صاحب ہی ہین - خلیفہ صاحب کے اصرار پر حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے یہ امر پیش کیا گیا اور آپنے بہی پسند فرمایا کہ جسطرح سے ہو سکے اس جلسہ مین شریک ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے - چنانچہ اس کے بعد مینے یہ مضمون لکھنا شروع کیا اور اس کی نقل ماسٹر فقیر اللہ صاحب ساتہہ ساتہہ کرتے رہے اس جلدی مین یہ مضمون ایسے وقت مین ختم ہوا کہ قادیان سے ڈاک مین روانہ ہو کر وقت پر کلکتہ نہ پہونچ سکتا تہا - چنانچہ خاص آدمی امرتسر بہیجکر وہان سے یہ مضمون ڈاک مین روانہ کیا گیا اسکے بعد اس جلسہ کی تاریخ جو پہلے اخیر جنوری پر رکھی گئی تہی بدلتی رہی یہان تک کہ آخری اعلان اس جلسہ کا ایسٹر ہالیڈیز مین یعنی ۹ و ۱۰ و ۱۱ - اپریل منعقد ہونے کے لئے کیا گیا - مجلس معتمدین نے اپنی طرف سے اس جلسہ مین شمولیت کے لئے خاکسار کو اور مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو منتخب کیا اور آخر ۲ - اپریل کو قادیان سے اس غرض کے لئے مین چلا اور ۶ اپریل کو مین اور خواجہ صاحب لاہور سے کلکتہ میل مین روانہ ہو کر ۸ - اپریل کو قریب ۷ بجے صبح کے کلکتہ مین پہونچے جہان سٹیشن پر کلکتہ کی جماعت کے دوست موجود تہے - جزاہم اللہ احسن الجزاء -

جلسہ کا افتتاح ۹ - اپریل کو ۱۱ بجے ہوا اور جلسہ ٹوؤن ہال کلکتہ کے عالی شان ہال مین ہوا ۴۵ وکیل جلسہ مین شامل ہونے کے لئے یا مضمون پڑہنے کے لئے گئے تہے - حاضرین کی تعداد دو ہزار کے قریب تہی - باہر سے ڈیلیگیٹ بہت تہوڑی تعداد مین تہے اور صدر جلسہ مہاراجہ بہادر دربھنگہ قرار دئے گئے . سب سے اول بابو سرداچرن متر نے مہاراجہ دربھنگہ کو پریزیڈنٹ جلسہ تجویز کرتے ہوئے مختصر الفاظ مین یہ بیان کیا کہ اس جلسہ کی کیون کر تحریک ہوئی - سردابابو نے یہ مذہبی کانوشن کے خیال کا اصل اس بڑے مذہبی اجتماع کو قرار دیا جو بنام ورلڈز پارلیمنٹ آف ریلیجنز ۱۸۹۳ء مین شکاگو (امریکہ) مین ہوا تہا اور یہ بیان کیا کہ سوامی وویکانند نے جو اس مذہبی پارلیمنٹ مین شریک تھے - ہندوستان مین ایسے مذہبی جلسے کے خیال کو فروغ دیا مگر اس جلسہ سے واپسی کو جلد ہی بعد سوامی وویکانند کی وفات کی وجہ سے یہ خیال اس وقت عملی صورت نہ پکڑ سکا اور آخر دسمبر گذشتہ مین جب مسٹر متر کلکتہ ہائیکورٹ کی ججی سے پنشن پر آئے تو وویکانند سوسائٹی کے بعض ممبرون نے اس خیال کو از سر نو زندہ کیا اور آخر وہ اس عملی صورت مین آیا - مسٹر متر نے یہ بہی بیان کیا کہ ان کو اس جلسہ کے انتظام کے لئے بہت تہوڑا وقت ملا اور چونکہ یہ سب سے پہلی کوشش تہی اس لئے باوجود ممبران کمیٹی کے سرگرمی سے کام کرنے کے بعض نقص رہ گئے مگر ان واقعات کو مد نظر رکھ کر یہ جلسہ ایک کامیاب جلسہ تہا -

اس کے بعد مسٹر متر نے یہ بیان کیا کہ مہذب دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب ایشیا سے ہی پیدا ہوئے ہین اور کہ ہندوستان کو یہ فخر حاصل تہا کہ تعداد کے لحاظ سے دنیا کا اکثر حصہ ان مذاہب کا پیرو ہے جو ہندوستان مین پیدا ہوئے مگر علاوہ ان مذاہب کے جو ہندوستان مین پیدا ہوئے - بہت سے اور مذاہب اس وقت ہندوستان مین تسلیم کئے جاتے ہین - جیسے اسلام - عیسائی مذہب - یہودی مذہب زردشتی مذہب اس کے بعد ہندو مذہب اور دیگر مذاہب

تھے ایک ایک پلیٹ فارم پر ان لوگون کو جگہ دی گئی جو مختلف مذہبی جماعتون کی طرف سے بطور

کے مختلف فرقوں میں چند کے نام لیکر مسٹر متر نے یہ بیان کیا کہ گو یہ مذاہب ظاہر میں بڑے بڑے اختلاف رکھتے ہیں جن سے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں ہمیشہ کے لئے تفرقہ اور اختلاف کا بیج موجود ہے مگر دراصل یہ سارے مذہب ایک ہی اصل کی مختلف شکلیں ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذہب کے اصول کی غلط فہمی کی وجہ سے اس پر ایسے اعتراض کرتے ہیں جو موجب رنجش اور فساد ہوتے ہیں بلکہ بعض تو اپنے ہی مذہب کی غلط فہمی کی وجہ سے دوسروں پر اعتراض کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسٹر متر نے یہ بیان کیا کہ اس کانونشن یعنے مذہبی جلسہ کی اصل غرض ایسی غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا۔ تاکہ ہم سب اپنے اپنے مذہبوں کو اور ایک دوسرے کے مذہب کو بہتر سمجھنے کے قابل ہو جاویں اور فساد بغض اور کینے درمیان سے اٹھ جاویں اس کے بعد بابو صاحب نے یہ کہا کہ ایسے مذہبی جلسوں کے لئے ہندوستان سے بڑھ کر اور کوئی ملک موزون نہیں ہے جہاں مختلف مذہبی فرقے ایک عادل اور بے تعصب گورنمنٹ کے ماتحت امن سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے اپنے مذاہب کا وعظ کر رہے ہیں اور چونکہ کبھی کبھی مختلف مذہبی فرقوں کے باہمی اتحاد میں رخنہ اندازی ہو کر فساد کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے بھی ایسے جلسوں کا ہونا ضروری ہے اور ملک کے دور دراز حصوں سے جس طرح ڈیلیگیٹ بھیجکر اس جلسہ میں شمولیت اختیار کی ہے یہ امید دلاتی ہے کہ جس غرض کے لئے یہ جلسہ کیا گیا ہے وہ ایسے متواتر سالانہ جلسوں سے ضرور حاصل ہو کر رہے گی۔

مسٹر متر کی تقریر کے بعد مہاراجہ دربھنگہ نے جو اس جلسہ کے پریزیڈنٹ تجویز کئے گئے تھے اپنی افتتاحی تقریر پڑھی اس تقریر میں مہاراجہ صاحب نے یہ بتلایا کہ اس قسم کی کانفرنسیں جو اغراض مذہبی کے لئے ہوں ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہیں ابتدا میں برہمن دوسرے لوگوں کو ایسی کانفرنسوں میں شامل ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے مگر بدھ مذہب کے پھیلنے سے ہندو سوسائیٹی میں ایک بڑا تغیر واقع ہوا۔ اور سب سے پہلا مذہبی کانفرنس جو باقاعدہ طور پر ہوا وہ تھا جو ۵۴۳ قبل مسیح میں بدھ مذہب کے پیرووں نے بمقام راجگیر (بہار) کیا دوسرا کانفرنس انہوں نے ہی ایک سو سال بعد مظفر پور میں کیا اور تیسرا کانفرنس بدھ مذہب کا راجہ اشوک کے ماتحت ۲۵۵ قبل مسیح میں پٹنہ میں ہوا۔ چوتھا کانفرنس ۷۸ عیسوی کے قریب جالندھر میں ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی میں راجہ ہرشوردھن ہر پانچ سال بعد مذہبی کانفرنس کیا کرتا تھا۔ اسی طرح پر جین مت کے پیرو مذہبی کانفرنس کیا کرتے تھے جنمیں سب سے مشہور وہ کانفرنس ہے۔ جو دوسری صدی عیسائی میں متھرا میں ہوا۔ شنکر اچارج اور ایک شخص پہلے برہمن مصلحین تھے۔ جنھوں نے مذہبی کانفرنسوں کی ٹھیک طرح پر منعقد کئے جانیکی حمائت کی۔ اگرچہ ان کا مقصد مذہبی فتح کا حاصل کرنا تھا۔ مگر جو مذہبی کانفرنس وہ کرتے تھے ان میں اس وقت کے موجودہ سب مذاہب کے پیرووں کو بلاتے تھے۔ پھر اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہم مختلف مذاہب کے پیرووں کی کانفرنسوں کا ذکر پاتے ہیں اور زمانہ حال میں شکاگو اور وینس میں مذاہب کے پارلیمنٹ منعقد ہوئے ہیں اور ایسے کانفرنس وقتاً فوقتاً یورپ کے دوسرے حصوں میں بھی ہوتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد مہاراجہ صاحب نے یہ بیان کیا کہ مذہب انسان کی فطرت میں مرکوز ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں چلے جاؤ۔ اور اعلےٰ سے اعلےٰ تہذیب یافتہ قوموں سے لیکر ادنےٰ سے ادنےٰ درجہ کے لوگوں کو دیکھ لو ایک اعلےٰ طاقت کی ہستی کو سب جگہ تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ سب مذاہب اس تلاش کو ظاہر کرتے ہیں جو انسان کی فطرت میں اپنے خالق حقیقی کے لئے رکھی گئی ہے اور سب کا مقصد یہی ہے کہ وہ خدا کو پائیں مگر خدا ان سب میں موجود ہے اور وہ ان تمام مذاہب کے ذریعے اپنے بندوں کو ایک ہی طرف لیجا رہا ہے اگرچہ وہ وقت نزدیک نہ ہو۔ لیکن سب کے سب انسان مختلف راہوں سے ایک ہی وسیع مذہب کی طرف حرکت کر رہے ہیں اور وہ مذہب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سب کا مالک اور تمام انسان بھائی بھائی ہیں اسی صداقت پر انسانوں کو پہنچانے کے لئے ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس کے بعد پریزیڈنٹ نے سرسری طور پر بڑے بڑے مذاہب کا ذکر کیا اسی ذکر میں اسلام کے متعلق یہ کہا۔

"اسلام کا مفہوم یہ ہے کہ انسان صدق دل سے اپنے تئیں اپنے مالک حقیقی کے سپرد کر دے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کا تابع ہو جاوے۔ جلیل الشان نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام مسلمانوں کے لئے پانچ فرائض کا بجالانا ضروری قرار دیا ہے۔ اول یہ ایمان کہ خدا ایک ہے۔ دوسرے پانچ نمازوں کا ہر روز ادا کرنا۔ تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے رمضان کے روزے رکھنا اس مذہب کا ایک ضروری عقیدہ ہے جسمیں انسان کو یہ تعلیم دیگئی ہے کہ اس کو اپنی زندگی مفید اور نیک کاموں میں صرف کرنی چاہیئے اور وقت کو لہو و لعب اور فضول کاموں میں ضائع نہ کرنا چاہیئے ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمدن کے مختلف مراتب میں دولتمند گو یا غریب آدمی کا قدرتی محافظ ہے اور غریب آدمی دولتمند کی میز پر بیٹھ سکتا ہے۔ مسلمان سوسائیٹی میں امرا اور غربا کے درمیان کینہ انگیز تفاوت اور امتیاز کہیں نہیں رکھا گیا اور کم سے کم چالیسواں حصہ مال کا غربا کی امداد کے لئے دیا جاتا ہے یہ عظیم الشان مذہب اسلام کی خالص اور سچی تعلیم ہے"

دوسرے مذاہب اور ہندو مذہب کا ذکر کرنے کے بعد اور ڈیلیگیٹوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مہاراجہ صاحب نے اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا کہ انجام کار ایک ہی مذہب رہ جائیگا جو خدا کی محبت اور انسان کی محبت کا اظہار ہوگا۔ خدا کرے کہ یہ مذاہب کی پارلیمنٹ دنیا کی تاریخ میں اس عظیم الشان دن کے لانے کا ذریعہ ہو" پریزیڈنٹ کی افتتاحی تقریر کے بعد جلسہ کی اصل کارروائی شروع ہوئی سب سے پہلے یہودی مذہب پر مضامین پڑھے گئے یہودی مذہب پر تین مضمون پروگرام میں درج تھے جن میں سے پہلا مضمون مسٹر اسحق اور دوسرا مسٹر گوہن نے پڑھا۔ مسٹر اسحق کا مضمون دلچسپ تھا نہ اس لئے کہ راقم مضمون نے یہودی مذہب کی اصل حقیقت کو پیش کیا بلکہ اس لئے کہ اس نے یہودی مذہب کی طرف وہ باتیں منسوب کیں جو آجکل تعلیمیافتہ گروہ میں عمدہ مذہب کی اچھی صفات سمجھی جاتی ہیں اس مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ یہودی مذہب کی بنا معجزات یا کسی مخفی امر پر نہ تھی بلکہ یہ ایک بین الثبوت قومی مذہب تھا۔ یہودی مذہب کا اصل الاصول یہ تھا کہ ایک قادر مقتدر ہستی خدا تعالےٰ پر ایمان لایا جاوے ایک ہی شریعت ہو اور سب انسان برابر ہوں۔ فاضل مضمون نویس نے سامعین کو یہ بھی یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہودی مذہب کی سب سے بڑی کوشش اور اہم ترین مقاصد ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ خدا تعالےٰ کی ربوبیت عامہ کے نیچے تمام انسانوں کو عام صلح اور نیک اندیشی اور روشنی کے نیچے لاکر ایک ہی اخوت کے سلسلہ میں منسلک کیا جائے اس نے یہ بھی بیان کیا کہ اسلام اور عیسائی مذہب یہودی مذہب سے نکلے ہیں اور مسیحؑ اور (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے یہودی مذہب کے تمام عمدہ باتوں کو اپنے مذہب میں لے لیا ہے۔ یہودی مذہب یا یہودی قوم کی ایک یہ بھی خوبی بیان کی گئی کہ گو وہ تین ہزار سال سے ہر طرف سے مار ہی کھاتے چلے آئے ہیں۔ اور خصوصاً عیسائیوں کے نیچے کئی صدیوں تک وہ سخت مظالم اور تکالیف اور اذیت کا نشانہ بنے رہے مگر پھر بھی انہوں نے اپنی قومیت اور مذہب کو کھویا نہیں۔

یہودی مذہب کے بعد زردشتی مذہب بدھ مذہب۔ جین مذہب اور برہمو مذہب پر مضامین پڑھے گئے۔ بدھ مذہب پر ایک پرچہ سوامی دھرم پال کا تھا۔ یہ سوامی صاحب امریکہ میں بھی ہو آئے ہیں۔ جب ان کے مضمون کی باری آئی تو بجائے اپنا مضمون سنانے کے انہوں نے ایک غیر متعلق لکچر دیا

شروع کر دیا جس میں امن اور اطمینان قلب پر زور تھا۔ پریذیڈنٹ نے اس موقعہ پر اخلاقی جرأت سے کام لے کر سوامی صاحب کو لکھا کہ اس طرح پر لیکچر دینے کی اجازت نہیں جو مضمون پہلے لکھا ہوا ہے وہ پڑھ کر سنایا جاوے۔ عجیب بات یہ ہے کہ وہی لیکچرار جو ابھی جوش و خروش سے اطمینان قلب کا وعظ کہہ رہا تھا صرف اتنی اور بالکل واجب بلکہ ضروری ہدایت پر ایسا گھبرایا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے اور منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا اور اسی اضطراب کی حالت میں وہ اپنی جگہ پر آبیٹھا اور مضمون نہ سنایا۔ مسٹر ستر نے اسی موقعہ پر کھڑے ہو کر یہ ظاہر کیا کہ ہم نے کوئی ناواجب مطالبہ نہیں کیا بلکہ یہ ضروری ہے کہ قواعد کی پابندی کی جاوے ورنہ ہر ایک شخص بجائے اصل مضمون کو پڑھنے کے جو جی میں آیا کہہ دیگا۔ اس کے بعد دوسرا مضمون شروع کیا گیا جس کے ختم ہونے کے بعد سوامی [illegible] کے ایک دوست نے معذرت کر کے مضمون کے سنایا جانے کی اجازت چاہی چنانچہ وہ مضمون پڑھا گیا اس واقعہ کے ذکر کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ لفاظی اور چیز ہے اور حقیقت اور چیز بہت لوگ ہیں جو اس زمانہ میں صرف لفظوں سے لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور بہت ہیں جو صرف لفظوں سے ہی خوش ہو جاتے ہیں مگر اصل حقیقت موقعہ پر معلوم ہوتی ہے۔ بدھ مذہب خدا کی ہستی کے انکار میں دہریت تک پہونچ گیا ہے۔ یہ الزام گوتم بدھ پر نہیں کیونکہ اس کی قبولیت بتاتی ہے کہ وہ ایک راستباز آدمی تھا۔ مگر اس کے بعد بدھ مذہب نے یہ رنگ اختیار کر لیا ہے جس میں اللہ تعالے کا انکار پایا جاتا ہے سو لفظ تو ان کے پاس بہت ہیں مگر ان لفظوں کے نیچے حقیقت کچھ نہیں۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

دوسرے دن کی کارروائی بھی بارہ بجے شروع ہوئی پہلے دن کی کارروائی میں اس قدر امر اور قابل ذکر ہے کہ سوائے پہلے پرچے کے جو یہودی مذہب پر پڑھا گیا اور جس کی طرف شائد ابتدائی پرچہ ہونے کی وجہ سے سامعین نے بہت توجہ کی باقی پرچے عموماً بے توجہی سے سنے گئے اور جب مضامین پڑھنے والوں نے سامعین کی بے توجہی کو دیکھ کر بھی اپنے مضمون کو ختم نہ کیا تو یہ غیر مہذبانہ طرز اختیار کی گئی کہ تالیاں پیٹ کر مضمون پڑھنے والے کو خاموش کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس بے توجہی کے وجوہات بہت سی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ خود کانونشن کے لئے کوئی خاص مضمون تجویز نہیں کیا گیا۔ جو لوگوں کی دلچسپی کا باعث ہوتا۔ ایسے مذہبی مجمع کے لئے مناسب یہ تھا کہ ایک یا زیادہ سوال تجویز کئے جاتے اور ان کے جواب مختلف مذاہب کے حامیوں سے طلب کئے جاتے اس سے سننے والوں کو بھی ایک اشتیاق پیدا ہوتا اور لکھنے والے بھی زیادہ محتاط ہوتے اپنے فرقہ یا مذہب کے حالات عقائد وغیرہ کے متعلق مضمون لکھنا اور وہ بھی اس قدر کہ آدھ گھنٹہ میں سنایا جا سکے۔ اس میں لکھنے والوں کے لئے بھی مشکلات تھیں اور سننے والے بھی حیران تھے کہ عموماً وہی باتیں ان مضامین میں پیش کی گئیں جو روز سنتے تھے۔ میری رائے میں اس جلسہ کے مضامین میں زیادہ دلچسپی سامعین کی طرف سے نہ ہونے کی بڑی وجہ یہی تھی۔ توجہ کو ایک طرف لگانے کے لئے کوئی بات اس توجہ کے کھینچنے والی ضرور ہونی چاہیئے اور وہی ان مضامین میں موجود نہ تھی ایک شخص نے بدھ مذہب پر مضمون شروع کیا تو سوائے بدھ کے قصہ کے اور کوئی تذکرہ نہیں ایسا ہی ہر ایک مضمون نویس نے جو پہلو چاہا اختیار کیا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مضامین میں ضروری دلچسپی پیدا نہ ہوئی اور اکتائے ہوئے ناظرین نے بعض وقت تنگ ہو کر اس طرز سے مضمون پڑھنے والے کو بند کرنے کی کوشش کی۔ جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔

دوسرے دن کی کارروائی کا ابتدا عیسائی مذہب سے ہوا۔ رائے نرندر ناتھ سین بہادر کی تقریر کا خلاصہ جنھوں نے اس دوسرے جلسہ کا افتتاح کیا یہ تھا کہ مذہبی کانفرنس ایک ایسے وقت میں ہوا ہے۔ جبکہ اس ملک کے لوگوں کا قومی احساس از سر نو زندہ ہوا ہے مگر اس قومی سپرٹ میں نئی روح پیدا ہونے سے ہماری ذمہ واریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں اور جو سوال اس وقت ہمارے سامنے پیش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی قومی زندگی کو کس راہ پر چلائیں کہ اس کی ترقی صحیح اصول پر ہو۔ مذہب کے سوال کو قوم بنانے کے سوال سے بڑا بھاری تعلق ہے۔ "ابتک ہمارا ایک پولیٹیکل کانگریس اور کئی پولیٹیکل کانفرنسیں سال بہ سال ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ تمدنی کانفرنس ٹمپرس کانفرنس اور ایسی کانفرنسیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ مگر ہمارے مذہب کا کیا حال ہے؟ کیا ایک مذہبی کانفرنس سب سے زیادہ ضروری امر نہیں ہے؟ کیا اس سارے پولیٹیکل کام نے جو اب تک ہم نے کیا ہے ہندو مسلمانوں کے فسادوں یا سُنی شیعہ کے فسادوں کا خاتمہ کر دیا ہے؟ لیکن اگر ہم مذہب کی طرف اس قدر توجہ کرتے تو مذہب کے ذریعہ سے ان فسادوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ دوسری طرف دیکھو کہ مذہب کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے درمیان کس قسم کی بدیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جن مشکلات میں سے ہندوستان اس وقت گذر رہا ہے وہ لامذہبی اور مذہب سے خالی تعلیم کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہیں؟ یہ انارکسٹ تحریک جو اس وقت ہمارے درمیان پیدا ہو گئی ہے لامذہبی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ پس ایک غور کرنے والا انسان آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ ایک ایسا مذہبی جلسہ جیسا ہم آج کر رہے ہیں وہ ہر قسم کے جلسوں اور تحریکوں سے بہت بڑھ کر مفید ہے اگر کوئی ایسی چیز ہے جس کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے تو وہ ایک مذہبی کانفرنس یا مذہبی کانونشن ہے .... یہ بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ کلکتہ میں بہت ہی تھوڑی ایسی انسٹیٹیوشنیں ہیں جو مذہب کے لئے قائم کی گئی ہوں .... یہ ایک یقینی بات ہے کہ آئندہ چند ہی سالوں میں ہم ہندوستان میں ایک مذہبی تجدید کی خوش کرنے والی آوازیں سنیں گے۔ ہمیں اپنے سامنے ایک نئے زمانہ کا آغاز نظر آتا ہے۔"

اس افتتاحی تقریر کے بعد پادری ہربرٹ اینڈرسن نے اپنا مضمون عیسائی مذہب پر پڑھا۔ ابتدا میں پادری صاحب نے یہ بیان کیا کہ عیسائی مذہب کی بنیاد چند تاریخی واقعات پر ہے اس تاریخی منبع سے نکل کر عیسائی مذہب خدا کی وحی پر مبنی ہونے کا دعوے کرتا ہے اور اس میں اصولی طور پر ایک مقدس اور اپنے آپ کو ظاہر کرنے والے خدا کو ماننا پڑتا ہے اور یہ ایک کفارہ کا مذہب ہے۔ کفارہ کو بیان کرنے کے بعد پادری صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر تاریخی طور پر عیسائی مذہب کی ترقی کو دیکھا جاوے۔ تو معلوم ہوگا کہ اس مذہب نے دنیا میں بغیر تلوار کی مدد کے استحکام حاصل کیا۔ اور ابتدائی صدیوں میں باوجود حکومت کی مخالفت اور اذیت کے یہ مذہب ترقی کرتا رہا اس مذہب میں کبھی کوئی دنیوی کشش نہیں ہوئی (اسکی صداقت پر پادری صاحبان کے مذہب پھیلانے کے موجودہ طریق کافی گواہ ہیں) اس مذہب نے جن ملکوں میں قدم رکھا وہاں کے سول انسٹیٹیوشنوں میں کوئی دخل نہیں دیا اور نہ ہی ان کی رسوم اور رواجوں کو چھیڑا۔ بشرطیکہ ان میں بت پرستی نہ ہو یا خلاف اخلاق فاضلہ نہ ہوں اس مذہب کی حقیقت بیان کرتے ہوئے پادری صاحب نے یہ کہا کہ عیسائی مذہب کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ انسانی فطرت کی مخفی گہرائیوں سے پیدا ہوا ہے۔ نہ ہی یہ کوئی زندگی کا فلسفہ ہے اور نہ ہی کوئی علمی سلسلہ ہے بلکہ اس کا دعوے یہ ہے کہ اپنے بانی کی ذات میں یہ مجسم صداقت ہے۔ عیسائی مذہب کے بانی کا ذکر کرتے ہوئے پادری صاحب

نے فرمایا کہ یسوع مسیح کی خدائی ان کے نزدیک نہ عقلی رنگ میں اور نہ اخلاقی رنگ میں کوئی مشکل پیش کرتی ہے ان کا واہمہ اس بات پر حیران نہیں ہوتا کہ خدا اس قابل ہو گیا کہ انسانی زندگی میں گھر بنا لے خواہ اور لوگوں کو یہ بات کیسی ہی ناقابل تسلیم معلوم ہو مگر ان کے نزدیک یہ ایک اظہر من الشمس بات ہے کہ ان کو کیلوں سے زخمی شدہ پاؤں پر گر کر چلا اٹھنا چاہیئے کہ اے میرے آقا اے میرے خداوند۔

کفارہ کے متعلق پادری صاحب نے یہ بیان کیا کہ عیسائی مذہب بیشک ایک ایسا کفارہ لایا ہے۔ جو انسانوں کی ضرورت اور گناہوں کے مطابق ہے مگر نجات کو حاصل کرنا ہر ایک انسان کے اپنے اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ وہ مسیح کے متعلق کیا خیال کرتا ہے۔

اس مضمون کے ختم ہونے کے بعد دو اور مضمون عیسائی مذہب پر دو پادری صاحبان نے پڑھے جنمیں سے ایک رومن کیتھولک تھے۔ عیسائی مذہب کے بعد اسلام پر مضامین تھے۔ پہلا مضمون مولوی مرزا ابو الفضل صاحب کا اور دوسرا مولوی خدا بخش صاحب کا تیسرا وہ جو خاکسار راقم نے لکھا تھا۔ یہ تین مضمون انگریزی زبان میں تھے اور چوتھا مولوی کہانڈیکار امین الدین احمد صاحب کا جو بنگالی زبان میں تھا۔ آج کے دن تیرہ پرچے پڑھے جانیوالے تھے اور وقت صرف ساڑھے چار گھنٹہ تھا۔ اسمیں سے کچھ وقت افتتاحی تقریر میں صرف ہو گیا صاحبان کے مضامین قریب ساڑھے دو بجے کے ختم ہوئے اس کے بعد آدھ گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ گویا باقی دس مضامین کے لئے صرف سوا دو گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔ اس لئے منتظم کمیٹی نے باقی مضامین پڑھنے والوں سے درخواست کی کہ وہ وقت مقررہ یعنی نصف گھنٹہ سے بھی تھوڑا وقت لینے کی کوشش کریں اور چونکہ سارے پرچے جلسہ کی مکمل رپورٹ میں چھپ جائیں گے اس لئے اگر خلاصہ کے طور پر جلسہ میں سنا دیئے جاویں۔ تو سب صاحبان کو تھوڑا تھوڑا وقت مل سکتا ہے۔ آدھ گھنٹہ کے وقفہ کے بعد اسلام پر مضامین شروع ہوئے جن میں سے سب سے پہلا پرچہ مولوی مرزا ابو الفضل کا تھا یہ صاحب کلکتہ کے ہی رہنے والے ہیں انہوں نے اپنے پرچے کے بہت سے مضمون کو چھوڑ کر تھوڑا تھوڑا متفرق مقامات سے سنایا خلاصہ اس مضمون کا یہ تھا بلکہ آپ کا یہ دعوےٰ تھا کہ آپ اس سچے مذہب کو از سر نو دنیا میں قائم کرنے آئے ہیں جو پہلے نبیوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں قائم کیا تھا اور کہ جو جو غلطیاں ان مذہبوں میں داخل ہو گئی ہیں ان کو دور کر کے سچے مذہب کو پھر زندہ کرنے آئے ہیں اسلام نے فرقہ بندی اور مذہب کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں میں کچھ فرق نہیں کیا بلکہ اسکی تعلیم نہایت وسیع اصول پر مبنی ہے اور اسنے یہ تعلیم دی ہے کہ سب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں پس ہر ایک مذہب کے لوگوں سے معاملات کرنا یا ان سے تعلقات پیدا کرنا اور ان میں شادی کرنا ان باتوں سے اسلام نے روکا نہیں بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حالانکہ آپ بُت پرستی کے سخت خلاف تھے اپنی تین لڑکیوں کا نکاح بُت پرستوں سے ہی کیا تھا اگرچہ اسلام کے ابتدائی تکلیف کے دنوں میں اس کا نتیجہ اچھا ثابت نہ ہوا بعض اور بُت پرستوں کے گھروں میں بھی مسلمان بیبیاں تھیں اور ان کے نکاح آنحضرت نے اسی طرح جائز قرار دیئے۔ جیسے کہ مسلمان مردوں کی مشرک عورتوں کے ساتھ یہ وہ عملی اخوت کی تعلیم تھی جس میں نہ کسی قوم کا اور نہ کسی فرقہ کا کوئی خیال درمیان میں حائل تھا اس کے بعد یہ بیان کیا گیا کہ تمدنی اصلاحات کے متعلق اسلام نے کیا پہلو اختیار کیا اور سرسری طور پر ان اصلاحات کا ذکر کیا سب سے پہلے مولوی صاحب نے یہ بیان کیا کہ اسلام نے عورتوں کے متعلق کیا اصلاح کی اور انہوں نے کہا کہ اسلام نے عورتوں کی عزت کرنے کی تعلیم صاف الفاظ میں دی ہے اور تمدنی زندگی میں عورت کا پایہ مرد سے کسی طرح کم نہیں رکھا گیا اسکی بیاہی ہوئی زندگی نہایت خوشگوار تھی کیونکہ نکاح اسلام کی تعلیم کے متعلق خالی معاہدہ ہی نہیں۔ نہ ہی یہ کوئی ایسا جوڑ تھا جس کا توڑنا فریقین کی مرضی پر منحصر ہو۔ بلکہ یہ ایک خدا کا قائم کردہ سلسلہ تھا ایک بالغ عورت کو یہ اجازت تھی کہ وہ اپنے ولی کی مرضی کے بغیر اپنے اختیار سے کسی سے نکاح کرے یا نہ کرے تعدد ازدواج۔ لونڈیوں کا گھر میں رکھنا۔ طلاق اور پردہ ان میں سے کوئی بھی اسلام کی تعلیم میں شامل نہیں۔

اس مضمون کے بعد مولوی خدا بخش صاحب نے اپنا مضمون اسلام پر پڑھا۔ اس کے بعد ہمارے پرچے کے پڑھا جانے کی باری آئی اس وقت کوئی ساڑھے تین بجے کا وقت ہو چکا تھا اور سامعین بھی تھکے ہوئے تھے۔ دوسری طرف اسلام پر دو مضمون پڑھے جا چکے تھے اور اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اسلام پر کسی اور پرچہ کو دلچسپی سے نہ سُنا جائیگا۔ اسی حال میں میرے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب مضمون سنانے کے لئے اُٹھے اور سب سے پہلے آپنے باواز بلند کلمہ شہادت ادا کیا اس کے بعد آپنے یہ بیان کیا کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے منتظم کمیٹی کیطرف سے مجھے یہ ہدایت ہوئی ہے کہ مضمون کو مختصر کر کے سناؤں مگر ایسے وقت میں اختصار تو میں نہیں کر سکتا ہاں کمیٹی کے حکم کی تعمیل میں یہ کر سکتا ہوں کہ بعض فقرے اس مضمون کے آپ لوگوں کو سُنادوں اور بعض چھوڑ دوں جن کو آپ بعد میں چھپی ہوئی رپورٹ میں پڑھ سکتے ہیں پھر آپنے یہ بیان کیا کہ اخوت اور نیکی کی تعلیم تمام مذاہب میں مشترک ہے اور اصل موضوع اس جلسہ کے مضامین کا یہ ہے کہ ہر ایک مذہب اور فرقہ اپنی خاص تعلیمات کا ذکر کرے یہ اس بات کے سمجھانے کے لئے تھا کہ جتنے پرچے اب تک ہو چکے تھے ان میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ ہمارے مذہب میں نیکی اور اخوت کی تعلیم ہے حالانکہ اس بات کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ہر ایک مذہب میں نیکی کی تعلیم موجود ہے اس تمہیدی ریمارک کے بعد خواجہ صاحب نے مضمون سنانا شروع کیا۔ میں اس وقت اونچی ڈالیں پر بیٹھا ہوا تھا جہاں سے تمام سامعین کو دیکھ سکتا تھا اور ابتدا سے ہی اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف کو دیکھ رہا تھا۔ سامعین میں صرف گنتی کے چند مسلمان تھے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اخیر وقت ہو چکا تھا۔ اسلام پر دو مضمون بھی لوگ سُن چکے تھے اور جس طرح پر یہ مضمون سُنے گئے تھے اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اب اسی مذہب پر اور مضمون سننے کے لئے لوگ تیار نہیں مگر اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا تصرف ہوا کہ سامعین گویا کسی کشش کے نیچے لائے گئے میں وہ ہال جس میں کسی لکچر کے وقت بھی ادھر اُدھر کی آوازیں بند نہ ہوئی تھیں اس پر اس مضمون کے پڑھا جانے کے وقت گویا ایک موت چھائی ہوئی تھی اور سوائے لکچرار کی آواز کے اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ سارے مضمون کے اثنا میں میں نے بغور مطالعہ کیا مگر ایک شخص نے بھی دوسرے سے کلام نہیں کی ہاں موقعہ موقعہ پر لوگ خوشی سے چیرز دیتے تھے اس نقشہ کو دیکھ کر ہمارے بعض دوست جو اس وقت ہال میں موجود تھے کیونکہ کلکتہ کی جماعت کے تمام دوست آج اسی جگہ حاضر تھے۔ کرسیوں سے اٹھ کر سجدے میں گر گئے اور کسی کی پرواہ نہیں کی۔ اس مضمون کا خلاصہ دینا میں اس لئے ضروری نہیں سمجھتا کہ یہ سارا عنقریب اُردو میں بھی شائع ہو جائیگا۔ چونکہ مضمون کے بہت سے حصے چھوڑ دیئے گئے تھے اس لئے قریباً بیس منٹ میں مضمون ختم ہو گیا۔ سامعین کی یہ حالت تھی کہ وہ اس بات کے لئے ہرگز تیار نہ تھے کہ یہ مضمون اس قدر جلدی ختم ہو۔ وہ ابھی بھوکے ہی تھے کہ اُن کے سامنے سے دسترخوان اُٹھا لیا گیا چنانچہ اس کا اظہار بہت سے نوجوان بنگالی ہندوؤں نے لکچر کے خاتمہ پر کیا اور ہم سے کہا کہ ہمیں بہت ہی افسوس ہے کہ آپ کا مضمون تمام وکمال نہ پڑھا گیا اور ہمیں سخت رنج ہے کہ آپکا وقت کیوں کم کیا گیا ہم ابھی بہت کچھ سننے کے مشتاق تھے۔ غرض کہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و نصرت اور تائید سے یہ مضمون اس عظیم الشان جلسہ میں سنایا گیا۔ جب خواجہ صاحب مضمون ختم کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے۔ تو ڈاکس پرجن قدر ڈیلیگیٹ

مگر وہ اسلام جو آنحضرت صلعم نے [illegible] کوئی نیا مذہب نہ تھا۔

بیٹھے تھے۔ اور جہاں جہاں سے خواجہ صاحب گذرتے تھے وہ سب انکو مبارکباد دیتے تھے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جلسہ کے تین دنوں میں کسی اور مضمون سنانے والے کے متعلق نہیں ہوئی۔ ابھی مضمون سنائے ہوئے دس پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے۔ اور دوسرا مضمون سنایا جا رہا تھا کہ منتظم کمیٹی کے سکرٹری ہمارے پاس ایک رقعہ لائے اور یہ دریافت کیا کہ آپ کتنے دن اور یہاں ٹھیر سکتے ہیں یہ رقعہ مسٹر متر پریزیڈنٹ منتظم کمیٹی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جس میں انہوں نے سکرٹری کو یہ لکھا تھا۔ "مائی ڈیئر گنہیا لعل۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ مولوی محمد علی سے جو قادیان سے آئے ہیں یہ کہا جاوے کہ وہ کسی اور جگہ پر مثلاً [illegible] سوسائٹی میں لیکچر دیں"۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے سکرٹری مذکور نے یہ دریافت کیا تھا کہ ہم کتنے دن اور ٹھیر سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ ہم زیادہ سے زیادہ ۱۲۔ اپریل تک یہاں ٹھیر سکتے ہیں اور ۱۲۔ اپریل کی شام کو یہاں سے ہمارا روانہ ہو جانا ضروری ہے۔ اس جواب پر مسٹر متر اور ان کے معاونین نے یہ کہا کہ ۱۱۔ اپریل کی شام کو کانفرنس ختم ہو گی اور صرف ایک دن کا وقفہ لیکچر کے اشتہار اور اس کے متعلقہ ضروری انتظامات کے لئے کافی نہیں ہے پھر انہوں نے یہ کہا بھی کہ آپ لوگ پھر کبھی دوسرے وقت بفرصت نکالکر آ دیں اور یہاں کئی لیکچر دیں کیونکہ بہت لوگ آپکے سننے کے مشتاق ہیں۔

اثنائے مضمون میں ایک جگہ پیغام صلح کا بھی ذکر آیا تھا اور اسی موقعہ پر جناب خواجہ صاحب نے یہ کہدیا تھا کہ اس رسالہ کی چند انگریزی کاپیاں ہمارے پاس موجود ہیں۔ لیکچر کے بعد جو لوگ چاہیں لے سکتے ہیں چنانچہ ان چار سو رسالہ دست بدست تقسیم ہو گیا مگر اتنے بڑے جلسہ میں اتنی کاپیوں سے کیا ہو سکتا تھا۔ بہت لوگ مانگتے رہے مگر کوئی کاپی باقی نہ رہی تھی اس مضمون کے بعد بنگالی زبان میں مولوی ابو نصر احمد صاحب کا مضمون سنایا گیا۔ پھر سکھ مذہب تھیوسوفی اور جینی دھرم پر مضامین سنائے گئے لیکن چونکہ بعض لوگ جن کے نام پروگرام میں درج تھے۔ جلسہ میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس لئے قریب ساڑھے پانچ بجے آج کی کارروائی ختم ہوئی۔

جلسہ برخاست ہونے پر مسٹر متر نے بڑی خوشی سے میرے پاس آکر یہ کہا کہ آپکا پرچہ بہت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ایک یوروپین صاحب نے جو جلسہ میں حاضر تھے خواجہ صاحب سے کہا کہ میں یہ سنکر بہت خوش ہوا کہ آپنے عیسائی مذہب کا خاتمہ کر دیا اور اگر کوئی صداقت مجھ کو آپکے مذہب سے مل سکے تو میں اسے لینے کے لئے تیار ہوں۔ بنگالی نوجوان رستہ میں ہم سے ملتے تھے اور بڑی خوشی سے حال دریافت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم آپکے سلسلہ کے حالات سننے کے بہت مشتاق ہیں وہ یہی تعجب سے کہتے تھے کہ اسلام کی تعلیم ایسی عجیب ہے اور افسوس ہے کہ عام مسلمان اس کا کیا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ رات کو مہاراجہ دربھنگہ کی کوٹھی پر ڈیلیگیشوں کی کمیٹی ہوئی جس میں اور خواجہ صاحب بھی شامل تھے اس کمیٹی میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ مذہبی جلسہ سال بسال ہونا چاہئیے اور آئندہ سال دسمبر یا جنوری میں مدراس یا بمبئی میں یہ جلسہ ہوا ایک مستقل کمیٹی اس جلسہ کے انتظام کیلئے تجویز کی گئی جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ممبر مقرر ہوئے اس کمیٹی میں مہاراجہ دربھنگہ سے ملاقات ہونے پر مہاراجہ صاحب نے پھر ہمارے مضمون کا خوشی سے ذکر کیا اور کہا کہ آپنے نہایت پاکیزہ الفاظ میں اپنے مضمون کو ادا کیا اور یہ خواہش ظاہر کی اور اور بھی بہت سے لوگوں نے اثنائے قیام کلکتہ میں بھی خواہش ظاہر کی کہ ہماری طرف سے کچھ اور لیکچر سلسلہ کے متعلق ان مضامین پر ہوں جن کا ذکر مضمون میں تھا اس لئے پہلے یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ مارچ کے اخیر میں چند لیکچروں کا انتظام کیا جاوے۔ مگر چونکہ گرمیوں کے موسم میں کلکتہ جیسے مقام میں اجتماع میں بہت دقتیں ہوتی ہیں اس لئے مزید غور کر کے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اخیر اکتوبر یا نومبر میں چند لیکچروں کا کلکتہ میں انتظام کیا جاوے اور خواجہ صاحب کے ساتھ بعض اور دوست بھی جائیں۔ پیغام صلح کلکتہ میں بہت ہی قبولیت کی نظر سے دیکھا گیا اور پنجاب کے اہل ہنود کے خلاف جنہوں نے ایسے عجیب پیغام کو بھی تنگدلی سے سنا کلکتہ کے لوگوں نے بہت فراخدلی سے پیغام صلح کو پڑھا اور اسپر خوشی ظاہر کی اور بظاہر وہ لوگ اس پیغام کو قبول کرنے کیلئے تیار نظر آتے تھے امید ہے کہ ہماری طرف سے کافی تحریک ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مبارک منشاء پورا ہو جاویگا جو پیغام صلح میں آپکے مدنظر تھا۔

تیسرے دن کا اجلاس اس مذہبی جلسہ کا حسب معمول بارہ بجے شروع ہوا اور ہندو مذہب کے مختلف فرقوں پر مضامین پڑھے گئے۔ آج ہی آریہ سماج پر بھی ایک مضمون تھا مگر جو صاحب اس مضمون کے پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ دو چار منٹ میں سوامی دیانند کے مختصر حالات بیان کر کے پرچے کو میز پر رکھدیا ان کے ساتھی بھی انکی اس کارروائی سے حیران تھے۔ وشنو ازم پر پرمانند بھارتی نے مضمون پڑھنا تھا مگر انہوں نے بھی بجائے مضمون پڑھنے کے ایک لیکچر بت پرستی پر دیا جس میں یہ کہا کہ سب انسان بت پرست ہی ہوتے ہیں کوئی ایک قسم کی بت پرستی کرتا ہے کوئی دوسری قسم کی اور ہمیں اپنی بت پرستی پر بہت فخر ہے کیونکہ جب تک محبوب چیز کے بت کا تصور دل میں نہ لایا جاوے کمال محبت حاصل نہیں ہو سکتا اور جس بت پرستی نے ایسے ہندو پیدا کر دیے ہیں جیسے آج اس ہال میں موجود ہیں اس بت پرستی پر جسقدر ناز کیا جاوے بجا ہے۔

ان تین دنوں کے اجلاس کے ساتھ مذہبی کانفرنس کا اس سال کیلئے خاتمہ ہوا جہاں تک میں دیکھتا ہوں اس مذہبی جلسہ میں جو کامیابی اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ کو عطا کی وہ وہم [illegible] والی کامیابی کی طرح ہے گو جو مضمون اس میں پڑھا گیا وہ اس مقدس دل سے نہ نکلا تھا جو اللہ تعالیٰ کی وحی کا سرچشمہ تھا بلکہ آپکے ہی بعض خیالات اور مضامین کو مختصر طور پر آپکے ایک ادنیٰ خادم نے اپنے الفاظ میں جمع کیا تھا۔ گو اس کے پڑھا جانے کیوقت وہ موید اور منصور امام پیچھے دعائیں کرنے کے لئے موجود نہ تھا اور گو اس کی کامیابی کی پیش از وقت خبر دینے والا کوئی نہ تھا بلکہ ایک تذبذب کی حالت میں ہم لوگ لاہور سے روانہ ہوئے تھے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کے قدم جمانا چاہتا ہے اور گو ہمارا وہ پیارا امام اٹھایا گیا مگر اللہ تعالےٰ نے اپنی نصرتوں اور تائیدات کو نہیں روکا اس لئے الٰہی تصرف نے اس مضمون میں بھی قبولیت پیدا کر دی تاکہ اس کے خادم خدا تعالیٰ کے ان تصرفات اور نصرتوں اور تائیدات کو دیکھکر اپنے کام میں اور بھی زیادہ ہمت اور جوش سے لگ جاویں جلسہ مہوتسو میں اور پھر اس جلسہ میں اس قسم کی کھلی کھلی کامیابی بھی حضرت مسیح موعود کی صداقت پر ایک دلیل ہے کیونکہ آپ کسی بناوٹ سے اپنی باتوں کو پیش نہ کرتے تھے بلکہ آپکی باتیں سخن کز دل برون آید نشیند لاجرم بر دل۔ کا مصداق تھیں آپ صدق دل سے یہ بات چاہتے تھے کہ مختلف مذاہب جمع ہو کر اپنی اپنی خوبیوں کو پیش کریں تاکہ طالبان حق کیلئے سچے مذہب کی شناخت کا راہ کھل جائے تعصب میں مبتلا لوگوں نے آپکی راہ میں بہت سی روکیں ڈالنی چاہیں اور ڈالیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپکے سب ارادوں کو آپکی زندگی میں بھی پورا کیا اور اب آپکے وصال کے بعد بھی پورا کر کے دکھا رہا ہے وہ مذہبی جلسہ جس کیلئے آپکے دل میں تڑپ تھی تاکہ لوگ آپکی باتوں کو سن سکیں وہ گو قادیان میں نہ ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے اسباب پیدا کر دیے اور آپکے منشاء کو جسطرح ۱۸۹۶ء میں پورا کر کے دکھایا اسی طرح آج بارہ سال بعد پھر اسی منشاء کو پورا کر کے دکھا دیا مگر کوشش شرط ہے

بکوشید اے جوانان تا بدین قوت شود پیدا + اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں ان احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس سلسلہ کے دو ادنیٰ خادموں کیلئے تکلیف اٹھائی سب سے پہلے قابل شکریہ کلکتہ کی مختصر سی مگر پر محبت جماعت ہے اس جماعت کے سکرٹری شیخ غلام نبی صاحب ہیں انہوں نے اور ان کے دیگر احباب نے جنمیں حکیم محمد عمر صاحب فیروزپوری بھی ہیں جو آجکل کلکتہ میں مقیم ہیں بہت ہی اخلاص اور محبت سے خدمت کی اور ہر ایک تکلیف کو راحت سمجھ کر کام کیا۔ شیخ غلام نبی کیلئے احباب دعا بھی کریں کیونکہ وہ آجکل کسیقدر ابتلاء کے نیچے ہیں۔ جماعت کٹک نے بہت اصرار کیا کہ ہم لوگ انکی خدمت میں بھی حاضر ہوں اور ایسا ہی جماعت مونگھیر نے جہاں سے نہ صرف متواتر خطوط اور تاریں ہی آئیں بلکہ انہوں نے پہلے سید ارادت حسین صاحب کو اور پھر ایک خاص آدمی بھی اسی غرض کے لئے بھیجا مگر افسوس ہے کہ فرصت نہ ہونے کی وجہ سے ہم کہیں نہ جا سکے اگر پہلے سے یہ اطلاع ہوتی تو ایسا انتظام ہو سکتا تھا کہ ہم ان احباب کی خدمت میں حاضر ہو کر خوشی حاصل کرتے۔ امید ہے کہ کسی دوسرے موقعہ پر جب کلکتہ جانا ہوا تو انشاء اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بھی وقت نکل سکیگا۔ انبالہ میں جاتے ہوئے شہر اور چھاؤنی کی جماعتیں اور منشی محمد یوسف صاحب اور بابو عبد الرحمان صاحب سٹیشن پر تشریف لائے اور واپسی پر ٹھیرنے کیلئے اصرار کیا اور لودیانہ سے منشی محمد شفیع صاحب نے تار دی کہ واپسی پر وہاں ٹھیریں مگر ان تمام مخلص احباب سے عذر خواہی ہی کرنی پڑی انبالہ شہر اور چھاؤنی کے دوست واپسی پر بھی سٹیشن پر تھے لودیانہ کے سب دوست بھی سٹیشن پر تھے اور وہاں صرف گاڑی بدلنے کیلئے خاکسار راقم کوئی دو گھنٹہ کیلئے ٹھیر بھی گیا تھا۔ بنارس میں مولوی الٰہی بخش صاحب کو خط لکھا گیا تھا۔ مگر وہ کسی وجہ سے سٹیشن پر تشریف نہ لا سکے کلکتہ میں منشی انوار حسین خان صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جن کے صاحبزادے وہیں ملازم ہیں اثنائے کلام میں صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے لڑکوں کو کہا کہ اگر تم قادیان میں پڑھو گے تو میں خرچ دونگا ورنہ نہیں دونگا چنانچہ ان کے دونوں صاحبزادے ....

[illegible]

حضرت مولینا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(پارہ دوم)

(بقیہ رکوع منبر ۹)

تیسری بات مجھے یاد آئی کہ بدون کی عادت ہے کہ جب ایک کھانا کھانے لگے تو جتنے بدو ہون سب اسی پر ٹوٹ پڑتے ہین اور اس طرح وہ بھوکے رہتے ہین مین اپنے اونٹ والے کو آدھی رات کے وقت کچھ دیا کرتا تھا ایکدفعہ مین نے اسے کہا جاؤ پانی لاؤ وہ گیا اور تھوڑی دیر بعد خالی واپس آیا مین نے کہا کیا بات ہے کہتا ہے انشاءاللہ سمجھاؤنگا۔ صبح معلوم ہوا کہ ایک شخص کے پاس قافلے مین پانی کی بوند نہین تھی بات یہ ہوئی کہ اسنے پانی مانگا انہون نے انکار کیا اسے غصہ جو آیا ان کے مشکیزون مین سوراخ کر دیا۔ یہ باتین مین نے اسلیئے سنائین کہ تا آپکو معلوم ہو کہ جھگڑے کیون پیدا ہوتے ہین اور یہ کہ اتنے مختلف المزاج لوگون مین ایسے سوالات کا پیش آنا ممکن ہے پس خدا منع فرماتا ہے کہ بیجا لڑائی مت کرو۔

ان تبتغوا فضلاً من ربکم۔ چونکہ اس راہ مین کچھ آسودگی بھی چاہیے۔ پس اس کے لیئے اجازت ہے کہ تم کچھ تجارت بھی کرو۔

بعض علماء ظاہر مال کو برا سمجھتے ہین مگر خدا تعالے اسے فضل فرماتا ہے۔

المشعر الحرام۔ مزدلفہ

ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ دو غلط رسمین تھین انکی اصلاح فرمائی۔ ایک تو یہ کہ مکہ والے عرفات کے کنارے سے آگے نہین بڑھتے تھے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے سب وہان اکٹھے جائین۔

دوسری رسم یہ تھی۔ کہ مزدلفہ سے سویرے کوچ نہ کرتے تھے بلکہ پہاڑی پر جب دھوپ آجاتی تو اسوقت چلتے۔

واستغفروا اللہ۔ ہر عبادت کے بعد استغفار کا حکم ہے دیکھو بڑی عبادت سجدہ ہے اور سجدہ کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی۔ ایسا ہی جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو استغفار پڑھتے ہین۔ اسی طرح بیان فرمایا کہ جب حج کی عبادۃ ختم ہونیکے قریب آئے تو استغفار پڑھو نبی کریم کسی مجلس سے جب اٹھتے تو ۷۰ سے ۱۰۰ تک استغفار پڑھتے۔

فاذکروا اللہ۔ اس اکٹھ مین شاعر اپنی شاعری کا کمال دکھاتا۔ تم اپنی مفاخرت کے بدلے حضرت حق سبحانہٗ کا ذکر کرو ؛بہادر اپنی بہادری کا۔ فرمایا

فمن الناس بعض لوگ یہان صرف دنیا کمانیکے لیئے آتے ہین بعض دین و دنیا دونون کے لئے وہ بھی اچھے ہین دنیا کے حسنات میرے نزدیک یہ ہین۔

(۱) صحت ۲۔ علم اور اسپر عمل ۳۔ اللہ کی سچی عبادت اور اخلاص و توفیق خیر ۴۔ رزق مین اتنا جتنا ضرورت ہو ۵۔ نیک اولاد ۶۔ نیک بی بی ۷۔ عمدہ مکان ۸۔ لباس اچھا ۹۔ دوست اچھے۔ ۱۰۔ خاتمہ بالخیر اور آخرت کے حسنات کے لیئے۔۔۔ میں یہ کریا

کرتا ہون کہ جو تیرے حضور حسنہ ہون جیسے تیرے پاک بندون اولیا و انبیا رسے حسن کیا ہے

بقیہ رکوع ۹

من الناس من یعجبک قولہٗ بہت لوگ ایسے ہوتے ہین کہ انکو باتیں بنانا خوب آتا ہین باتین بنانے کے لیئے اس فن کی کتابونکو پڑھتے ہین۔ مگر مومن کلام نہین بنتا۔ وما انا من المتکلفین۔ امام مالک سے کسی نے چالیس سوال کئے ایک ہی کا جواب دیکر کہا وما انا من المتکلفین یشہد اللہ یعنے بات بات پر قسم کہاتا کہ واللہ باللہ بخدا یون بات ہے۔

الد الخصام۔ جھگڑالو۔ حق کا طالب نہین ہوتا

تولی۔ حاکم بن جائے

سعی۔ کوشش کرتا ہے۔

الحرث والنسل۔ ظالمون کا قاعدہ ہے لوگونکی کھیتیان برباد کر دیتے ہین اور غربا کے بال بچون کی کچھ پروا نہین کرتے۔

بہت ہی افسوس سے ایک اور معنی بھی سناتا ہون وہ یہ کہ لواطت کرتا ہے اور لواطت اپنی نسل کو ہلاک کرتا ہے۔ اور حرث سے مراد عورت لگی ہے۔

العزۃ۔ دنیا کی نمائش اور عزت پر مرتا ہے۔ ایک شخص کو میر الملکی کے نکاح پکھا تھا کہ خرچ کر لو جو دنیا کے بڑے بڑے عزیز کیا یعنی محمد رسول اللہ نے کیا

ابتغاء مرضات اللہ واسطے چاہنے اللہ کی رضامندی کے من یشری نفسہ اپنے آپکو فروخت کر دیتا ہے اسکا سکھ اسکا آرام اسکی کوئی خواہش اپنے نفس کے لیئے نہین ہوتی خلاصہ کیا نکلا۔

ادخلوا فی السلم کافۃ۔ فرمانبرداری مین داخل ہو جاؤ۔ فرمانبرداری انسان کو کامیاب کر لیتی ہے ابتدا سے یہ سبق شروع ہے۔ پہلے بتایا یومنون بما انزل وما انزل من قبلک پھر فرمایا اھدنا الصراط پھر اما یاتینکم منی ھدی پھر ابراہیم کی طرف چلنے کا ارشاد کیا۔ پھر فرمایا کہ اس راہ مین جان بھی دینی پڑے تو تامل نہ کرو کیونکہ اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔

ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ۔ اسکی تفسیر پارہ ۹ سورہ انفال رکوع ۱ و ۲ سے ہوتی ہے۔ وہ پڑھ لینا چاہیے۔ جہان اللہ تعالے کی مدد کا ذکر ہے کہ گھٹا ٹوپ بادل آگیا جو کفار کے نقصان اور مومنون کے فائدے کا موجب ہوا۔ اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ۔ اور ملائکہ کا بھی ذکر ہے اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملٰئکۃ مردفین

۲۲۔ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء رکوع ۱۰

سل بنی اسرائیل کم اتینھم من ایۃ بینۃ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا کی ہین وہ دو قسم کی ہین ایک وہ جن پر انسان کو کوئی دخل تصرف نہین اور ترک یا فعل ان قویٰ کے متعلق انسان کا کچھ نہین۔ ان قوتون کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ انسان کے بس مین کچھ نہیں؛

مثال کے لئے دیکھو انسان کا قد۔ ایک قد میرا ہے اور ایک میری ہی عمر کے کسی اور شخص کا۔ اسی طرح بدن میں ہڈیوں کی تعداد اور پٹھے اور شریانیں ہیں ان میں انسان کا کچھ دخل نہیں ویسا ہی کوئی شخص جناب الٰہی کو گالیاں دے رہا ہے تو کان سننے سے نہیں رہ سکتے۔

دوم۔ وہ حصہ انسانی قویٰ کا جس پر انسان کو قابو ہے۔ دونو کی سہل مثال میرے نزدیک زبان ہے اس میں جبر و اختیار کے دونو رنگ موجود ہیں۔ زبان پر میٹھا نمک کیلا رکھ کر پھر زبان سے کہو کہ وہ نمکین کو میٹھا کہے۔ تو یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہاں یہی زبان ہے اس سے چاہے کوئی خدا کو انبیاء کو گالیاں دے کر جہنم اپنا گھر بنالے اور خواہ ذکر و حمد الٰہی کر کے جنت الفردوس کا وارث بن جائے۔ نتیجہ اس ساری بات کا یہ نکلا۔ کہ اگر کوئی شخص پوچھے کیا انسان مجبور ہے تو کہو نہیں اور اگر کوئی کہے مختار ہے تو کہو نہیں۔

ایک فرقہ ایسا ہے جو سمجھا ہے کہ انسان مجبور ہے چنانچہ اس قسم کے اشعار کہتے ہیں۔ درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ۔ باز میگوئی کہ دامان ترکمن ہوشیار باش۔ میرے نزدیک یہ نا سمجھی ہے۔ انسان کو مجبور پیدا کر کے پھر اسے دوزخ میں ڈالنا ظلم ہے اس واسطے میں نہ انسان کو بالکل مجبور رکھتا ہوں نہ بالکل مختار۔ قرآن کی صداقت کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ اس میں ایسے کے الفاظ بالکل نہیں اختیار کئے گئے۔ چنانچہ کسی آیت قرآنی بلکہ حدیث صحیح۔ حسن اور ضعیف میں بھی جبر و اختیار کا لفظ نہ پاؤ گے۔

پس تم یاد رکھو کہ جس حصہ میں انسان کو جناب الٰہی سے اختیار حاصل ہے اس میں بعض امور کے کرنے کا حکم ہے اور بعض کے نہ کرنے کا۔ اب جو منشاء خداوندی کے برخلاف کرے اس کے متعلق باز پرس ہوتی ہے۔ انبیاء کی آمد اسی حصہ کی اصلاح کے متعلق ہو اور انہی قویٰ کی ہدایت پر مبنی ہے جو انسانی مقدرت کے نیچے ہیں۔

حضرت یوسف کی وجہ سے بنی اسرائیل کو مصر میں بہت عزت حاصل ہو گئی تھی مگر کوئی قوم جب آسودہ حال ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی بڑا ملی پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر آہستہ آہستہ کچھ مدت بعد اس نسل کے لوگوں میں کاہلی اور سستی آجاتی ہے اس ملی کے جو صاحبزادے ہوتے ہیں وہ بھی چونکہ مریدوں سے حضور حضور سننے کے عادی ہو جاتے ہیں اس واسطے ان کو بہت سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ پھر ان کا اثر قوم پر پڑتا ہے اور آخر وہ قوم پانچوں عیب شرعی ہو جاتی ہے چنانچہ اسی قانون کے مطابق بنی اسرائیل میں یہ عیوب آگئے اور پھر ان پر خدا کی طرف سے ذلت اور مسکنت لپس دی گئی۔ بیگاروں میں پکڑے جاتے۔ تو وہی اینٹیں پکوانے کے کام لئے جاتے تو ان سے پھر ایک اور قانون الٰہی ہے۔ کہ جب اصل گناہوں والے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں تو پھر اس نکبت زدہ قوم میں ہی سے خدا کا کوئی پاک بندہ پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ وہ قوم سنبھلتی ہے۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کی نکبت انتہا کو پہونچی اور اصل مجرم ہلاک ہو چکے۔ تو حضرت موسیٰ پیدا ہوئے۔ چنانچہ ان کے ذریعہ بنی اسرائیل کو پھر نجات کی راہیں دکھائی گئیں۔ آپ کا منشا تھا کہ جہاد کے لئے یہ قوم تیار ہو اور ملک شام کی وارث ہو اس لئے آپ نے حکم دیا۔ یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم۔

حضرت موسیٰ تو انہیں فاتح بنانا چاہتے تھے۔ مگر انہوں نے بے ادبی کا کلمہ منہ سے نکالا کہ وہ بڑے جبار ہیں ہم سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑتے پھرو۔ قرآن

سے کے درس میں کوئی بنی اسرائیل شامل نہیں ہوتا پس یہ قصہ کیوں سنایا اس لئے کہ حضرت نبی کریم نے بھی اپنی قوم کو شرک میں مبتلا دیکھا۔ آپ کا بھی یہی منشاء رہتا کہ اس ملک سے نکل کر صحابہ مقابلہ کریں اور فاتح بنیں۔ آپ کی قوت قدسیہ کا اثر یہاں تک بڑھا ہوا تھا۔ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا۔ کہ کیا تم جہاد کو تیار ہو تو انہوں نے جواب دیا۔ لا نقول کما قالوا لموسیٰ اذھب انت وربک فقاتلا بل نقاتل من یمینک وعن شمالک یعنے ہم حاضر ہیں آپ جہاں چاہیں لے جائیں۔

اٰیۃ بینۃ۔ ایک آیۃ تو یہ کہ فرعون کی غلامی سے نکالا۔ نجینٰکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب۔ (۲) پھر جنگل میں موقع پر پانی برسایا اور بلا محنت رزق دیا۔ (۳) بادشاہ ہو گئے۔ لیکن چونکہ انہوں نے انعام الٰہی کی قدر نہ کی اس لئے ان پر طرح طرح کے عذاب آئے

عقاب۔ یہ عقاب نکلا ہے عقب سے۔ مطلب یہ کہ اللہ کی سزا اعمال کے عقب میں نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ما اصابکم من مصیبۃ الا بما کسبت ایدیکم

ما۔ اور من حصر کے لئے ہیں۔ گویا بڑی تاکید سے فرماتا ہے کہ تمہاری تکلیف تمہاری نافرمانی کا نتیجہ ہیں۔

زُیّن للذین کفروا۔ خوبصورت دکھلائی گئی ہے کافروں کے لئے ورلی زندگی۔ زین کا فاعل نہیں بتایا۔ یہ امر تحقیق طلب ہے۔ قرآن مجید میں تین موقعہ پر اس کا فاعل مذکور ہے۔ ایک جگہ حضرت حق سبحانہ فرماتا ہے۔ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم

دوم۔ ایک مقام پر فرمایا۔ کہ تم کسی کے بندگوں کو گالیاں نہ دو۔ وہ تمہارے معبود حقیقی کو گالی دیں گے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم۔ اس سے آگے فرماتا ہے۔

وکذٰلک زینا لکل امۃ عملھم۔ غرض ایمان کی خوبیاں اور ایمان کے متعلقات ان کو خوبصورت دکھلانے والا تو اللہ ہے۔ اور وہ جو بدی کو خوبصورت دکھاتا ہے اس کا ذکر اس آیۃ میں ہے۔ زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم اور پارہ دس کے رکوع الانفال میں۔ واذ زین لھم الشیطان اعمالھم۔

جو خدا سے دور رہتے ہیں وہ بد عملیوں کو خوبصورت دکھاتے ہیں۔ غرض تزیین کے دو فاعل ہیں۔ نیک کاموں کے لئے نیک اور بدکاریوں کے بیان بد (شیطان) ۱۴ پارہ رکوع ۱۴ سورہ نحل میں جو آیا ہے۔ لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لھم الشیطن اعمالھم۔ فھو ولیھم۔

ویسخرون من الذین اٰمنوا۔ جب کوئی امور آتا ہے تو دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مانتا ایک نہیں مانتا۔ اللہ کی کتاب سے مجھے یوں معلوم ہوا ہے۔ کہ جو اکابر ہوتے ہیں وہ قطع تعلق کرتے ہیں۔ اکابر علوم کے لحاظ سے فرحوا بما عندھم من العلم۔ یا مادہ جلال مال و منال کے لحاظ سے۔ حضرت نوح ؑ کے پیروں کو کہا گیا۔ ھم اراذلنا بادی الرأی۔

کان الناس امۃ واحدۃ۔ نیک و بد تو دنیا میں ہوتے ہیں۔ مگر ایک وقت لوگوں پر ایسا آتا ہے۔ کہ ان میں سے غیرت ایمانی اٹھ جاتی ہے اور وہ مذہبی بحثوں کو

خدا وجل نے لگتے ہین ایک مصنف فخر کے طور پر کہتا ہے کہ میرا ایک دوست بڑا پیارا تھا۔ ۳۰ برس سے ملاقات چلی آتی ہے اور مین نے کبھی اس کے سامنے خدا کا نام نہین لیا

اُمّۃً واحدۃً کے میرے نزدیک یہی معنے ہین کہ بے غیرت ہوکر ایک رنگ مین رنگین ہوجاتا ایسے وقت مین اللہ کے مامور آتے ہین۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

فبعث اللّٰہ النبیین۔ نبیون کو مبعوث کرتا ہے

بغیا بینھم۔ یعنے محض ضد کی وجہ سے نہین ملتے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ دن پہلے مسیلمہ کذاب نے پیغمبری کا دعوے کیا۔ ایک صحابی کا آشنا مسیلمہ کا مُرید تھا اس سے پوچھا گیا تم نے مسیلمہ کو کیون مان لیا اور محمد رسول اللہ مین کیا نقص دیکھا تو وہ کہنے لگا۔ الکذب بنی یمامہ احب الیّ من الصدق قریش۔ قریشی خواہ کیسا راستباز ہو آخر قریشی ہے اس سے مجھے اپنی قوم کا الکذب اچھا۔ پس یہ وجہ ہوتی ہے اختلاف کی۔

۲۳۔ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۰)

مین کل بتلا چکا ہون کہ جس حصہ مین انسان کا دخل نہین اس مین شریعت نازل نہین ہوتی اور جس مین دخل اور اختیار ہے اس مین شریعت ہے

قانون سرکاری اور شریعت مین یہ فرق ہے کہ قانون گورنمنٹ اس وقت گرفتار کر سکتا ہے۔ جب گناہ کا اثر کسی دوسرے پر عملی رنگ مین پڑے۔ مگر شریعت گناہ کے مبدء کو پکڑتی ہے مثلاً بدنظری ہے اب پولیس اسے نہین پکڑتی لیکن شریعت نے یہ برکت کا کام دنیا مین کیا ہے کہ جو شخص شریعت پر عمل پیرا ہو وہ پولیس کے ہاتھ مین آتا ہی نہین۔

اب اس آیت کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ خدا نے انسان کی فطرت مین یہ بات رکھی ہے کہ وہ آرام چاہتا ہے چنانچہ جہان اس نے رُوح کے تقاضے بیان کئے ہین وہان یہ ذکر بھی کیا ہے کہ وہ آرام کو چاہتی ہے جس قدر معالجات مین علوم ہین۔ اموال خرچ کئے جاتے ہین ان سب کا منشاء یہی ہے کہ آرام حاصل ہو اور آرام کے لئے جامع لفظ ہے۔ جنت۔ جنت کہتے ہین باغ کو باغ مین جانے سے غم غلط ہوتا ہے۔ نظارۂ قدرت دیکھا جاتا ہے۔ پھولون سے دل کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ احباب کی ملاقات کا لطف آتا ہے۔ پھر طرح طرح کے میوے کھائے جاتے ہین گویا باغ مین آنکھون کا مزا۔ کانون کا مزا۔ زبان کا مزا۔ ناک کا مزا سب کچھ شامل ہے سائنس دان بھی اس بات کو مانتے ہین کہ باغ مین جو ہوا چلتی ہے وہ خاص طور پر راحت بخش ہوتی ہے۔ شدت گرم مین جو آرام باغون مین ہوتا ہے وہ بھی بے مثل ہے۔

الغرض انسان کی فطرت مین آرام کی خواہش ہے اللہ تعالیٰ اسے تدخلوا الجنۃ مین ظاہر فرما کر کہتا ہے کہ تم چین کے مقام مین جانا چاہتے ہو۔ مگر کیا بغیر کچھ کئے ہرگز نہین ہر شخص کو چین کے حصول کے لئے کچھ کام کرنا پڑے گا۔

جنت مین جانے کے کچھ اصول ہین ان مین چند کل انبیاء و اولیاء مین مشترک ہین منجملہ ان کے ایک نفس کی بے انت خواہشون کو روکنا۔ تین قسم کی خواہشین ہین۔

ایک مال کی خواہش ہے چنانچہ اس کے لئے انبیاء نے یہ قاعدہ بنایا۔ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ اس مین ملازم۔ پیشہ ور وغیرہ سب آ گئے۔ دوم۔ کان۔ آنکھ۔ زبان حُسن کی بہت مشتاق ہین۔ حسین چیز کو دیکھنا اس کی خوشبو کو سونگھنا۔ اسکی آواز سننا۔ ان تمام باتون کی خواہش کا نام شہوت ہے۔ شہوت آنکھ سے شروع ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے سورۃ نور مین قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم * پارہ ۱۸۔

اسی طرح مومنات کے لئے حکم ہے۔ سوم۔ غضب۔ اس کے متعلق بھی بڑی تعلیمین ہین چنانچہ پارہ چھ کے شروع مین فرماتا ہے۔ ان تبدوا خیراً او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللّٰہ کان عفواً قدیراً۔ یعنے تم اپنے حال کو نہین دیکھتے کہ خدا کے مقابلہ مین کیا کیا نفاوتین کی ہین۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہین فرماتا وہ قادر ہوکر عفو کرتا ہے پس تم بھی درگذر کیا کرو۔ خلاصہ یہ ہوا۔ کہ انسان چین چاہتا ہے اور چین کے حصول کے لئے خواہش کرتا ہے مال کی۔ شہوت کی۔ غضب کی۔ لیکن جو ان کو ناجائز طریق سے حاصل کرتا ہے یا ان کا بے جا استعمال کرتا ہے وہ پکڑا جاتا ہے زانی کو دیکھو کہ وہ جب شہوت کو بے جا طور سے استعمال کرتا ہے تو اسی عضو پر آتشک و سوزاک سے سزا کہاتا ہے۔ جس سے خدا کے قانون کو توڑا۔ اسی طرح چور کا حال ہے کہ وہ مال کے لئے شریعت کی مخالفت کرتا ہے اس لئے کبھی کوئی چور دولتمند نہ دیکھو گے۔ ایک چور کسی عورت کا چوڑا اُتار کر لے گیا۔ عورت نے دیکھ لیا مگر پکڑ نہ سکی۔ آخر کئی سالون کے بعد چور اسی عورت کے دروازے سے گذرا۔ . . . . . تو اس عورت نے کہا کہ اے بدبخت تیرے ہاتھون مین تو پھر بھی چوڑا ہی موجود ہے۔ تجھی پر خدا کی پھٹکار پڑی۔

اسی طرح غضب والے جو ارتکاب جرائم کرتے ہین اسکی سزا پاتے ہین۔

پس خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جنت جب ملے گی جب تم

بأساء۔ غریبی یہ بھی پیدا ہوتی ہے۔ مال کی کمی سے۔

ضرّاء۔ بیماری۔

زلزلوا۔ دوسرے مقام پر حین الباس فرمایا ہے۔ یہ غضبی قوت کی ماتحت ہے۔

ان تین امتحانون مین پورے نہ نکلو گے تو جنت نصیب نہ ہوگی۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ حضور جب یہ حال ہے کہ مال کو جائز طریقون سے حاصل کرنا ہے۔ پھر کمسریٹ (فوجی اخراجات) کہان سے آئے گی۔ فرمایا۔ جو مال سے میسر ہو خرچ کرو اور صرف کمسریٹ ہی نہین بلکہ والدین کو بھی دو اور رشتہ دارون کو بھی۔

کتب علیکم القتال۔ یہ بھی اس اُمت کے لئے مقدر تھا کہ دشمنون کے ظلم کی وجہ سے ان سے لڑنا پڑے۔

کرہٌ لکم۔ تمہارے لئے ایک بڑی مشکل ہے اس کا ترجمہ یہ کرنا کہ تمہین بری لگتی ہے کسی رافضی کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ کم از کم مین ایک ایسا انسان ہون جو صحابہ کے لئے یہ بات گوارا نہین کر سکتا اور نہ اس مقدس جماعت کے موہنہ سے یہ لفظ نکل سکتا ہے صحابہ کے لئے مشکلات البتہ تھین۔ مال نہ تھا۔ جاہ و جلال نہ تھا۔ جتھا نہ تھا اور دشمن کے لئے یہ سب کچھ حاصل تھا۔

تحبوا۔ مثلاً انسان کہتا ہے کہ مال جس حیلے سے لے لون۔ کسی حسین کو دیکھے تو چاہتا ہے جیسے بھی ہو میرے قبضے مین آ جائے۔ مگر اس کے نتائج بہت خراب ہین وانتم لا تعلمون۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سب ان ہدایتون کے اصولون سے بے خبر ہو ہم سب کچھ جانتے ہین۔

۲۴- مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱)

عرب میں خانہ جنگیاں ہوتی رہتی تھیں - چھوٹی چھوٹی بات پر خون کی ندیاں بہ جاتی تہیں ایک فریق دوسرے کی ماتا نہ تہا اس واسطے ان میں طوائف الملوکی رہتی تہی جہاں کوئی جوہڑ ہوتا وہ جنگ گاہ بن جاتا - اس کی وجہ یہ تہی کہ لوگ مویشی رکھتے تھے اور ہر ایک یہی چاہتا کہ میں ہی اپنے مویشی کو آرام پہونچاؤں اس سے ان کے دارات مقاتلات بن جاتے تھے غرض حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس قوم میں دو بڑی عیب تہے ایک بُت پرستی - دوم - باہم لڑائی - ان دونوں کی اصلاح آپنے فرمائی - چنانچہ قران مجید میں ہے - کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم - فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً - یعنے تم دشمن تھے ایسے دشمن کہ ابن العم کا لفظ ہی گویا لڑائی کا نشان تہا - حالانکہ یہ رشتہ اتحاد و قرب کے لئے ہے دوسرا عیب شرک کا تہا - اس کا اس قدر زور تہا - کہ مکہ معظمہ کے اندر ۳۶۰ بُت تھے اس شرک کے متعلق آپ کی تعلیم خصوصیت سے ایسی تہی - کہ اس کی جڑیں کاٹ دے چنانچہ اوّل قل ھو اللہ احد تمام شرکون کی جڑ کو کاٹتا ہے اس کے معنے ہیں اللہ کے سوا کوئی ہمارا حاجت روا نہیں - ہم کسی کو سجدہ نہیں کرتے - اس کے سوا کوئی ہماری دعا کو نہیں سنتا ہم کسی کی نذر کو نہیں مانتے - پہر صریح طور پر فرمایا - ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ و یغفر ما دون ذالک - آپ جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے - تو سب سے پہلے یہی وعدہ لیتے تہے - ان لا یشرکن باللہ شیئاً -

غرض عرب میں دو عیب تہے دونوں کے دور کرنے کے لئے آپنے بڑی بڑی کوششیں کیں اور ان کو شرک سے نکال کر توحید کی راہ دکہائی اور خانہ جنگیوں سے چھڑا کر بھائی بہائی بنا دیا - قوموں میں وحدت کا بیج بونے کے لئے چار اصول تبلائے (۱) بدظنی کہ یہ کئی بُرائیوں کی جڑ ہوتی ہے تمام لڑائیوں کی - بدظنی سے نکتہ چینی تک نوبت پہونچتی ہے اور پہر غیبتیں شروع ہوجاتی ہیں اس لئے ارشاد کیا - یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن

(۲) ہنسی ٹھٹھا کہ یہ بہی کئی قسم کی لڑائیوں کا موجب ہوجاتا ہے - اس لئے فرمایا - لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم -

(۳) اگر کوئی تمہیں تکلیف دے - تو تم صبر سے کام لو - چنانچہ فرمایا - ان اللہ مع الصابرین دنیا میں جتنی جنگیں ہوتی ہیں - اگر ایک طرف صابر ہو تو نفع اُٹہائے مگر افسوس کہ سطحی خیالات کے لوگ صبر کی حقیقت نہیں سمجھتے حالانکہ دیکھتے ہیں اگر شہنشاہ کسی کی معیت کا دعویٰ کرے تو وہ شخص پھولا نہیں سماتا - پس جس کے ساتھ اللہ اپنی معیت جتائے اُسے کتنا خوش ہونا چاہئے اور پہر فرمایا انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب - صابرین کے لئے نیک ثمرات کا وعدہ ہے اور ولمن صبر و غفر - ان ذالک من عزم الامور میں بتلایا ہے کہ صبر کرنا بڑا بہاری کام ہے -

(۴) چوتہا - اصل یہ فرمایا - کہ ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما - غرض بدظنی سے روکا - تمسخر سے روکا - صبر کے فوائد تبلائے اور یہ کہا کہ اگر آدمیوں میں تنازعہ ہو تو تم صلح کرادو - ان چار اصولوں کو بتا کر دنیا میں امن عامہ کی بنیاد ڈالی -

عرب کی جنگجو قوم میں صبر کا مادہ ضرور تہا - چنانچہ اسی لئے وہ شہر حرام میں قتال نہ کرتے تھے حتے کہ اپنے بیٹے یا بہائی یا باپ کے قاتل کو بہی مارتے تھے - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مادہ کو بڑہانے کی کوشش فرمائی اور ان میں وحدت کی روح پیدا کرنے کی تدبیریں کیں - از آں جملہ ایک یہ تہی کہ اپنی پہوپہی کی لڑکی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا تاکہ غلاموں کو حقیر نہ سمجہا جائے -

آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ارادہ میں کامیاب ہوئے اور آپنے ایک ایسی جماعت پیدا کر لی جو امن عامہ کی بہت طرفداری کرتی تہی شریر لوگوں نے جب دیکہا کہ یہ تو صبر کرتے ہیں اس لئے انہوں نے شہر حرم میں ہی ان کو چھیڑنا شروع کیا اس پر صحابہ نے سوال کیا - کہ ہمیں شہر حرام میں لڑائی کا کیا حکم ہے - فرمایا کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے اور اس لڑائی کے تین نقصان ہیں - صدٌّ عن سبیل اللہ - (اللہ کی راہ میں آمد و رفت سے روکا جاتا ہے) اور پہر اس کا کفر ہے اور عزت والی مسجد کا کفر ہے اور پہر خاص شہر والوں کا نکالنا تو اس سے بہی بڑا جرم ہے -

جاھدوا - جو اعلاء کلمۃ اللہ میں کوشش کر رہے ہیں -

واللہ غفورٌ رحیم - ایسے لوگوں سے اگر کوئی غلطی بہی ہوگی تو خدا تعالیٰ بخشنے والا ہے

ومن یرتد - دوسرے مقام پر فرمایا - ومن یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ پہر فرمایا حبطت اعمالھم - وہ اسلام کے مقابلہ میں تیزی سے اُٹہیں گے - مگر ان کی کوششیں اکارت جاوینگی وہ دنیا میں ہلاک ہونگے - میں اس آیۃ پر یقین کر کے کہتا ہوں کہ جو لوگ امن عامہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ ضرور ناکام و نامراد ہلاک ہوں گے -

یسئلونک عن الخمر والمیسر - لڑائی میں سپاہی کو شراب پلا دیتے ہیں تاکہ اس کی مزاج میں گرمی وغیرہ نہ رہے اور وہ اندھا دھند تلوار چلاتا جائے اس لئے صحابہ نے شراب کے متعلق سوال کیا - پہر لڑائی کے لئے اخراجات کی ضرورت ہے - عرب میں ایسے موقعہ پر یہ دستور تہا کہ بڑے بڑے امیر لوگ جُوا کہیلتے جو ہارتا اس کے ذمہ مقتولوں اور مجروحوں کا خرچ ہوتا - عرب کے بعض شعروں سے پایا جاتا ہے کہ وہ ہارنے کو بہت پسند کرتے تہے اور اپنی ہار کو فخر سے بیان کرتے تہے - اس کی بہی یہی وجہ تہی کہ ایسے لوگوں کے ذمہ تمام اخراجات ہوجاتے - اور قحط میں سارے غریبوں کا نان و نفقہ دینا پڑتا - چونکہ اس میں ایک نیکی کا موقعہ ملتا تہا اس لئے وہ تفاخر کرتے تہے -

اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے - کہ ان میں بڑی بدکاری ہے بے شک غرباء کو نفع پہنچتا ہے (نفعھما) کے یہی معنے ہیں) مگر اس بدکاری کا جو نتیجہ ہے وہ سخت گندہ ہے اس کے مقابل میں اس نفع رسانی کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ جب ان کے ذمے یہ اخراجات پڑتے اور پاس ایک کوڑی بہی نہ ہوتی تو ناچار ان کو آدمیوں اور کاکس تک ڈاکہ زنی کرنی پڑتی جب صحابہ نے خمر و میسر کے متعلق حکم سنا تو معاً ان کے دلوں میں خیال پیدا ہوا -

ما ذا ینفقون - پہر خرچ کہاں سے آوے - تو فرمایا -

العفو - جو تمہاری حاجت اصلی سے زیادہ ہو - مٹھی بہر جو جمع کرو - خدا تعالیٰ اُسی میں برکت ڈالدے گا -

یسئلونک عن الیتمیٰ - جب لڑائی چھڑتی ہے تو اس میں مقتول بہی ہوتے ہیں اور مقتول کے بچے یتیم بہی ہوتے تہے اس لئے ان کی نسبت حکم دیا -

اصلاح لھم خیر - ان کی بہتری - بہبودی کا فکر بہت بڑی نیکی ہے -

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)